در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی، یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگارِ حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۲۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۸۸-۱۸۹ — جلد نمبر ۱۶

۱۶ اگست تا ۱۵ ستمبر ۲۰۰۰ء — بمطابق جمادی الاوّل، جمادی الآخر ۱۴۲۱ھ

مدیر اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	اقبال ریاض	۲
۲	نعت شریف	محبوب الٰہی عطا	۳
۳	تفسیر القرآن الحسنیہ	مدیر اعلیٰ	۴
۴	سراج المشکوٰۃ فی مسائل زکوٰۃ	شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ حافظ علی احمد جان رحمۃ اللہ علیہ	۶
۵	غزل	ابو اللیث قریشی	۲۶
۶	شہہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم	الحاج صوفی مشتاق احمد	۲۷
۷	درود (نظم)	پروفیسر خاطر غزنوی	۳۹
۸	حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ	پروفیسر رانا غلام سرور	۴۰
۹	حافظ عبد الحمید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ	سید محمد انور شاہ قادری	۵۰
۱۰	استفتاء (بر کتاب "بایزید انصاری")	مفتی خلیل الرحمٰن	۵۷

شذرہ

اسرائیل کا ناسور، جذبہ جہاد کو زندہ کرنے کی ضرورت

اقبال ریاض

اسرائیل نے بیت المقدس کے بارے میں حقائق کو تسلیم کرنے کی بجائے فلسطینیوں پر حملے شروع کر دیئے ہیں اور ہوائی جہازوں، ٹینکوں اور مشین گنوں سے گولہ باری کر کے سینکڑوں فلسطینیوں کو ہلاک و زخمی کر دیا ہے اور اس طرح وہ طاقت اور غنڈہ گردی کے ذریعہ فلسطینی عربوں سے اپنی ہر ناجائز بات اور فیصلہ منوانے پر تلا ہوا ہے۔ دنیائے عرب کے سینے پر اسرائیل کا قیام بیسویں صدی کی سب سے بڑی ڈکیتی ہے کہ ایک ملک یا ریاست کے اصلی باشندوں اور مکینوں کو ان کے گھروں سے نکال کر ان کی جگہ دنیا کے مختلف ممالک سے یہودیوں کو لا کر زبردستی بسا دیا جائے اور اس طرح گذشتہ پچاس برس میں لاکھوں فلسطینیوں کو اپنے گھروں اور وطن سے باہر دربدر کر دیا گیا ہے اور اقوام متحدہ کی ان قراردادوں کو بھی خاطر میں نہیں لایا جا رہا جو اس ادارہ نے فلسطینیوں کو بسانے اور ان کے مصائب اور مسائل کو کم کرنے کے لئے منظور کر رکھی ہیں بلکہ اب بیت المقدس پر جو تمام مسلمانوں کے لئے ایک عظیم مقدس مقام ہونے کے علاوہ جزو ایمان کی حیثیت رکھتا ہے، قبضہ کرنے بلکہ اس کی بے حرمتی کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا جا رہا افسوس اس بات کا ہے کہ اس صورتحال کی زیادہ تر ذمہ داری جہاں انسانی حقوق کی ان نام نہاد علمبردار بڑی طاقتوں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے ایک ہنستی بستی قوم کو ان کے گھروں اور وطن سے زبردستی بے دخل کر کے ان کے دشمنوں کو لا کر بسا دیا ہے اور نصف صدی سے اپنے بے پناہ وسائل اور طاقت کے بل پر نہ صرف ان کی حفاظت کر رہے ہیں بلکہ اپنے "لے پالک" یہودیوں کے ملک اسرائیل کو عظیم تر اسرائیل بنانے کی سازشوں میں بھی تعاون کر رہے ہیں وہاں عالم اسلام کے علاوہ خصوصاً عرب حکمران بھی ان حالات کے ذمہ دار ہیں جو اپنی حکمرانی کو قائم رکھنے اور اپنے عیش و آرام کی خاطر متحد نہیں ہوتے اور امریکی اور برطانوی خوشنودی کی خاطر اسرائیل کے ناسور سے نجات پانے کا کوئی مؤثر اور مشترکہ اقدام کرنے سے عاری ہیں۔ دنیائے عرب کو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ اسرائیل کا یہ ناسور اب دن بدن طاقتور اور خطرناک ہوتا جا رہا ہے، اسے نکال پھینکنے کے لئے جہاں زبردست اتحاد اور یکجہتی کو بروئے عمل لانے کی ضرورت ہے وہاں اس جذبہ جہاد کو بھی زندہ کرنے کی اشد ضرورت ہے جس کی عدم موجودگی میں دین حق کے ان ازلی دشمنوں سے نبٹنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے۔

نعت شریف

محبوب الٰہی عطاؔ

تھی جو ظلمت کفر کی ہر سمت فانی ہو گئی
مصطفیٰ آئے جہاں میں ضو فشانی ہو گئی

جس جگہ بھی یا محمد! آپ نے رکھا قدم
وہ جگہ فضلِ خدا سے عرشِ ثانی ہو گئی

آپ نے اپنی غلامی میں کیا جس کو قبول
سارے عالم پر اسی کی حکمرانی ہو گئی

جس نے بھی اپنا لئے دل سے اصولِ مصطفیٰ
پُر مسرت اس کی بے شک زندگانی ہو گئی

چاندنی جو حسن مہ پر ناز کرتی تھی بہت
دیکھ کر حسنِ محمد پانی پانی ہو گئی

عرش پہ خوش ہو کے خالق نے محمد سے کہا
آپ کے آنے سے یہ شب کیا سہانی ہو گئی

مہرباں ہے دوستو اس پر خدائے دو جہاں
جس پہ شاہِ دو جہاں کی مہربانی ہو گئی

اے عطاؔ اوصاف حضرت ڈھل گئے اشعار میں
یوں کتاب حق کی تجھ سے ترجمانی ہو گئی

گذشتہ سے پیوستہ

تفسیر القرآن الحسنیہ

مدیر اعلیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا و تتقوا و تصلحوا بین الناس واللہ سمیع علیم (۲۲٤) لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم واللہ غفور حلیم (۲۲۵) للذین یؤلون من نسآئھم تربص اربعۃ اشھر فان فآء و فان اللہ غفور رحیم (۲۲٦)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے نام کو اپنی قسموں کے واسطے نشانہ نہ بناؤ (یہ جتاتے ہوئے) کہ نیک ہو اور پرہیز گار ہو اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرتے رہو اور اللہ جل جلالہ سنتا جانتا ہے (۲۲۴) اللہ جل جلالہ لغو قسم پر تمہاری گرفت نہیں کرتا اور لیکن اللہ تعالیٰ تمہاری گرفت کرتا ہے ان قسموں پر جو تمہارے دل کھاتے ہیں اور اللہ جل جلالہ غفور ہے حلیم ہے (۲۲۵) جو لوگ اپنی عورتوں سے ایلاء کرتے ہیں ان کے لئے چار مہینے کا انتظار ہے پس اگر پورا کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے (۲۲۶)

حل لغت: عرضۃً: نشانہ، ہدف، آڑ، عربی میں نشانہ باز جس چیز کو نشانہ بنا کر اس پر تیر چلاتے ہیں۔ ایلاء: قسم، جمع مذکر غائب مضارع کا صیغہ ہے لولو ن: وہ قسم کھاتے ہیں اس سے مراد خاص قسم ہے جو عورتوں سے مجامعت کرنے کے بارے میں ہوتی ہے۔ تربص: مصدر ہے انتظار کرنا، راہ تکنا۔ رفاء: رجوع کرنا، قسم سے لوٹنا، قسم پوری نہ کرنا۔

تفسیر: انسانی معاشرہ کے اندر جس کا ذکر اوپر سے مسلسل چلا آرہا ہے دوسرے انسانوں کو اعتبار اور یقین دلانے کے لئے کسی بات کے حق ہونے پر خداوند تعالیٰ کی ذات بابرکات کی قسمیں کھائی جاتی ہیں

اور اپنے کو سچا ثابت کیا جاتا ہے۔ بسا اوقات ان میں مبالغہ آرائی اور بکثرت جھوٹ کو سچ ثابت کیا جاتا ہے اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اپنی بات پر آڑ اور پردہ ڈالنے کے لئے اپنی نیکی، تقویٰ اور اصلاح بین الناس پر بھی قسمیں کھائی جاتی ہیں اور اپنی قسموں کا نشانہ ذات خداوندی کو بنایا جاتا ہے اور عموماً زن و شوہر کی باہم زندگی میں قسموں کا یہ عیب قدم قدم پر دکھائی دیتا ہے۔

اللہ جل جلالہ نے نہایت سختی کے ساتھ اس سے منع فرمایا، روک دیا کہ خواہ مخواہ اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ کو اپنی قسموں کا ہدف نہ بناؤ، اپنی نیکی تقویٰ اور اصلاح بین الناس کو لوگوں کے درمیان نشانہ کے طور پر استعمال نہ کرو، اور اللہ جل جلالہ تمہاری ان تمام قسموں کو سنتا ہے اور تمام اعمال و افعال سے عالم ہے، کوئی چیز اس کے سامنے غائب نہیں ہے، تمہارے دلوں کے بھیدوں سے بھی وہ واقف ہے، لہٰذا اس سچے خدائے تعالیٰ کے نام کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ اس واضح حکم کے بعد فرماتا ہے کہ قسمیں دو قسم پر یہاں بیان کی جاتی ہیں ایک قسم قسم لغو ہے یعنی لایعنی قسم، کسی چیز پر نہیں بلکہ عادتاً ہر فقرے کے ساتھ قسم کھائی جائے۔

اللہ جل جلالہ ایسی قسم پر مؤاخذہ یا گرفت نہیں فرماتا اور اپنی شان غفوری و حلیمی کے ساتھ معاف فرما دیتا ہے مگر ہاں دوسری قسم وہ ہے کہ جو قلبی یقین کے ساتھ اٹھائی جائے اور وہ جھوٹ ہو تو اس پر مؤاخذہ اور گرفت ضرور کرتا ہے۔ اللہ جل جلالہ اپنے حبیب لبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں امت محمدیہ ﷺ کا کیسا پاک معاشرہ تشکیل دیتا ہے جو کہ ہر قسم کے عیوب سے پاک و صاف ہے اور حضور ﷺ کی تشریف آوری اسی مقصد کے لئے تھی کہ آپ دنیا کے اندر مکارم اخلاق کی تکمیل فرماتے۔ چنانچہ یہ جھوٹی قسمیں اٹھانا بھی معاشرے کی ایک بہت بڑی برائی و بد اخلاقی تھی جو انسان کے قلب و نظر سے تعلق رکھتی ہے چنانچہ اس کی بھی نشاندہی فرما کر اسلامی معاشرے کو اس سے محفوظ رکھا۔

(جاری ہے)

سراج المشکوٰۃ فی مسائل الزکوٰۃ

زکوٰۃ کی فرضیت واہمیت

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت شیخ الدرس

قبلہ حافظ علی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد کچہری بازار

اسلام کے پانچ ارکان جنہیں بناء اسلام کہا جاتا ہے یعنی کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ)، نماز، زکوٰۃ روزہ اور حج میں سے زکوٰۃ تیسرا رکن ہے اس کے لغوی معنی پاک ہونے، پاک کرنے اور بڑھنے کے ہیں۔ اصطلاح شرع میں چالیسواں حصہ مال نصاب کا پورا قمری سال گذرنے پر مستحقین کو خدا کی راہ میں تقسیم کر کے اس مال کے مالک بنا دینے کا نام زکوٰۃ ہے۔ جو لوگ زکوٰۃ پابندی احکام کے ساتھ پوری ادا کرتے ہیں ان کے مالوں میں کبھی خسارہ نہیں پڑتا بلکہ بڑھتا جاتا ہے۔ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ "زکوٰۃ نکالنے سے مال نہیں گھٹتا"۔

زکوٰۃ نہ نکالنے والوں کے مالوں میں بسا اوقات بربادی، تباہی اور غرقابی دیکھی جاتی ہے۔ چونکہ اس سے مال بڑھتا اور پاک ہوتا ہے اس کا دینے والا گناہوں سے صاف ہو کر درجات و ثواب میں بہت بڑھ جاتا ہے اس لئے اس کو زکوٰۃ کہا گیا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں اسے "صدقہ" بھی کہا گیا ہے وہ اس لئے کہ مسلمان کے لئے دعویٰ صحت ایمان میں اس کی ادائیگی اس کے صدق و صداقت اور کامل الایمان ہونے کی دلیل ہے۔

قرآن مجید میں اس کی ادائیگی کا ذکر اور تاکید بقول اکثر فقہاء ۸۲ جگہ اور بحوالہ بیان طحطاوی نماز و زکوٰۃ کا ملا ہوا حکم ۳۲ جگہ بتاکید آیا ہے۔ اتنی تاکید اور کثرت کے ساتھ احکام نافذ فرمانے سے اس کی اہمیت، شان اور وقعت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ طحطاوی نے یہ بھی لکھا ہے کہ نماز کے بعد باقی تمام عبادات افضل اور بہتر ہے۔ ذکر بعد الصلوٰۃ لانہا افضل العبادات

قرآن کریم میں پہلے ہی پارہ سے اس کا ذکر شروع ہوتا ہے اور تقویٰ دار پرہیز گاروں کے لئے ایمان بالغیب کی صفت فرما کر دو بنیادی اصول قائم فرمائے گئے۔

۱: یقیمون الصلوٰۃ ۲: و مما رزقنھم ینفقون

صاحب اعظم التفاسیر نے لکھا ہے کہ ان سے مراد عبادت بدنی اور عبادت مالی ہے۔ تمام بدنی عبادتوں میں سب سے ضروری اور سب پر مقدم عبادت نماز ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن پہلے محاسبہ نماز کا ہوگا۔

روز محشر کہ جاں گداز بود اولین پرسش نماز بود

دوسرا شعبہ مالی عبادتوں کا ہے جن میں انفاق یعنی خرچ کرنے کا حکم ہے ان مالی عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت زکوٰۃ ہے۔ حدیث شریف میں نماز کو ستون دین اور زکوٰۃ کو اسلام کا پل بتلایا گیا ہے۔ الصلوٰۃ عماد الدین و الزکوٰۃ قنطرۃ الاسلام

دیکھئے ایک ستون ٹوٹ جانے سے چھت کا بچ رہنا ممکنات سے ہوسکتا ہے لیکن پل ٹوٹ جانے سے بچاؤ کی صورت بہت ہی مشکل پڑ جاتی ہے۔

ازیں سیل گاہم چناں در گزار کہ پل نشکند بر من ایں رود بار

جو لوگ سیم و زر جمع کر کے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے، نہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ان کے لئے قرآن حکیم میں ایک غضبناک لہجہ میں فبشرھم بعذاب الیم فرمایا ہے۔ یعنی انہیں عذاب دردناک کی بشارت دیجئے۔ پھر ارشاد عالی ہے کہ جس دن اس کو جہنم کی آگ پر گرم کر کے انگارہ بنایا جائے گا پھر (مانعین زکوٰۃ) کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جاکر کہا جائے گا کہ "یہ تمہارا وہی جمع کیا ہوا مال ہے جو اپنے نفسوں کے لئے جمع کر رکھا تھا۔ اب اس جمع کی ہوئی دولت و خزانہ کا خوب عذاب و مزہ چکھو" (قرآن حکیم پارہ ۱۰ رکوع ۱/۱۱)

حدیث شریف کی کتابوں میں ایک طویل حدیث مبارک بروایت حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بدیں خلاصہ آتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکوٰۃ دینے والے کے لئے قیامت کے دن اسکے مال سے سونے، چاندی کے تختے آگ میں ایسے گرم کئے جائیں گے گویا آگ ہی کے بنے ہوئے ہیں پھر اس مالدار کی پیشانی، پیٹھ اور پہلوؤں کو داغا جائے گا۔ داغنے کے بعد پھر اس مال کو دوبارہ تاپ کر داغ دیئے جاتے رہیں گے، اس قیامت کے دن میں جو پچاس ہزار سال کا ہوگا۔

کان مقدارہ خمسین الف سنۃ (القرآن الحکیم)

عرض کی گئی حضور ﷺ اونٹ ، گائے اور بکریوں کے مالک کا کیا حال ہو گا ؟ تو ارشاد ہوا کہ ''ان میں زکوٰۃ نہ دینے والے مالک کو منہ کے بل اوندھا گرا کر ہر ایک جانور کو پوری طاقت اور جسامت کے ساتھ ان کے اوپر سے گزرنے کا حکم دے کر ان لوگوں کو لتاڑا جائے گا''

جب سائل نے گھوڑوں کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ ''گھوڑے تین طرح کے ہوتے ہیں : ایک قسم کے گھوڑے تو باعث گناہ ، دوسرے باعث حیاء و پردہ اور تیسرے قسم کے گھوڑے باعث ثواب و اجر ہیں۔ ریاو نمود نیز مسلمانوں کی دشمنی کے لئے جو شخص گھوڑے باندھتا ہے تو ایسے گھوڑے اس کے لئے وبال جان اور باعث گناہ ہوں گے۔

اور جو گھوڑے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی راہ محبت میں نیک نیتی کے ساتھ باندھے ہوں جن پر سوار ہو کر تجارت ، جہاد یا اپنی زمینوں پر سفر کرتا ہے ، لوگوں پر اپنی آسودہ حالی اور عدم افلاس ظاہر کرنے کی خاطر باندھ رکھے ہوں ایسے گھوڑے مالک کے باعث پردہ ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ وہ گھوڑے جو مسلمانوں کے لئے راہ خدا میں چراگاہ میں باندھے رکھے تو یہ گھوڑے باعث اجر و درجات ہیں۔ ان گھوڑوں کی ہر نقل و حرکت ، چلنا ، چرنا ، کھانا پینا ، ہر ایک میں مقدار کھانے پینے چرنے وغیرہ کے مالک کے درجات اور ثواب لکھا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ ، کتاب الزکوٰۃ)

ایک اور حدیث شریف میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور وہ ان میں سے زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو　　　مثل له ماله يوم القيامة شجاعا اقرع بنایا جائے گا اس کے لئے اس کا مال قیامت کے دن گنجا سانپ جس کی آنکھوں پر دو کالے ٹیکے یعنی داغ ہوں گے (اس قسم کا سانپ بھیانک اور سخت خطرناک ہوتا ہے) یہ سانپ مانع زکوٰۃ کے گلے میں طوق بن کر اس کی دونوں باچھیں پکڑ کر کہے گا میں ہی تیرا مال ہوں ، میں ہی تیرا جمع کیا ہوا خزانہ ہوں اس کے بعد حضور ﷺ نے یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی۔

ولا يحسبن الذين يبخلون بما اتهم الله من فضله هو خيرا لهم بل هوا شرا لهم سيطوقون مابخلوا به يوم القيامة (صحيح البخاری پارہ ۵ باب اثم مانع زكوٰة)

یعنی جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مال دیا ہو اور وہ اس سے خرچ کرنے میں بخل کرتے ہوں تو یہ بخیلی اپنے لئے بہتر نہ سمجھیں بلکہ اس کے لئے (بلا زکوٰۃ) مال جمع کرنا بہت ہی برا ہے جو مال

اللہ کی راہ میں دینے سے وہ بخیلی کرتے ہوں تو قریب ہے کہ قیامت کے دن وہ ان کے گلے کا ہار بنایا جائے گا" (القرآن الحکیم پارہ ۴)

جلیل القدر صحابی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بھری مجلس میں کڑک کر فرمایا

بشر الكانزين برضف يحمى عليه في نار جهنم ثم توضع على حلمةثدى احسدهم حتى يخرج من نغض كتفه و يوضع على نغض كتفه حتى يخرج من حلمة ثديه يتزلزل

"مال جمع کر کے رکھنے والوں کو بشارت ہو کہ ایک پتھر جہنم کی آگ میں سینچ کر اس کی چھاتی کی بھٹنی (منہ) پر رکھ دیا جائے گا وہ اس کے مونڈھے کے اوپر والی ہڈی سے پار ہو جائے گا اور اس کے مونڈھے کے اوپر والی ہڈی پر رکھا جائے گا اور وہ چھاتی کی بھٹنی سے پار ہو جائے گا اسی طرح وہ پتھر ڈھلکتا رہے گا"

جب یہ فرما کر حضور ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیحدہ ہو کر ایک ستون کے پاس جا بیٹھے تو احنف بن قیس (راوی حدیث) جو ان کو نہ پہچانتے تھے ان کے پاس آئے اور کہا کہ "آپ کی سخت باتوں سے لوگ ناراض ہو گئے ہیں" اس پر ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "کہ یہ لوگ تو بے وقوف ہیں مجھے میرے جانی دوست نے فرمایا ہوا ہے کہ اگر میرے پاس احد کے پہاڑ کے برابر سونا ہو تو صرف تین اشرفیاں رکھ کر (شاید اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ قرضہ ہو) باقی سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دوں، یہ لوگ تو بے عقل ہیں جو دنیا جمع کرتے پھرتے ہیں" جب راوی نے پوچھا کہ "آپ کے جانی دوست کون ہیں جنھوں نے یہ کہا" تو ابوذر نے فرمایا "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم" (بخاری شریف پارہ ۶، باب ما ادی زکاتہ فلیس بکنز)

صاحب نصاب کو ان آیات واحادیث پر غور کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے غضب، اور اس کی پکڑ سے ہمیشہ ڈرتے رہ کر عمل کرنا چاہئے۔ خدا کریم و برتر اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اس رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قیامت کے دن روسیاہی اور شرمندگی سے بچائے۔ دنیا میں اس سے زیادہ ذلت اور عاقبت میں اس سے بڑھ کر ندامت اور کیا ہوگی کہ آقائے کریم مولائے رحیم کے سامنے فریاد کریں کہ

یا رب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجوراً (القرآن الحکیم)

میرے رب میری قوم اس قرآن شریف کو چھوڑ بیٹھی تھی اس انفعال اور خجالت سے ڈرتے ہوئے مفکر اسلام اقبال مرحوم نے کیا ہی عمدہ لکھا ہے

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر روز محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم نا گزیر از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

عہد خلافت صدیق کا ایک دلچسپ واقعہ ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں عربوں نے فتنہ ارتداد قائم کر کے زکوٰۃ دینے سے کھلم کھلا انکار کر دیا تو وہ اسلام اور خلافت اولیٰ کے ابتدائی ایام تھے اور سیاست وقت اس امر کی متقاضی تھی کہ تحمل و بردباری سے کام لیا جائے لیکن خدا کے پیارے محبوب کے رفیق فی الغار الصدیق نے والہانہ جذبات کے ساتھ فوراً اس قوم پر جہاد کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ لو منعونی عقالاً لجاهد لهم عليه

"یعنی اگر انہوں نے اونٹ کے پاؤں باندھنے کی رسی یا ایک سالہ چھ اونٹ و بکری کا مال زکوٰۃ میں دینے سے انکار کیا تو میں اس کے ساتھ جہاد کروں گا"

اب واقعات سے احکام کی شدت، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی استقامت کا اندازہ کیجئے اور پھر خیال کیجئے کہ مسلمان دنیا کے جنجالوں میں پھنسے ہوئے اس فرض موقت اور ضروری حکم کی تعمیل سے کس قدر غفلت اور سستی میں پڑے ہیں، ایک بزرگ فرماتے ہیں

ابر ناید از پئے منع زکوٰۃ او ز زنا افتد وبا اندر جہات

علماء کرام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ زکوٰۃ کا منکر کافر، تارک سخت گنہگار اور نہ دینے والا مستحق قتل ہو جاتا ہے (عمدہ الرعایۃ)

چند ضروری اصطلاحات شریعہ جن کا سمجھنا اور یاد رکھنا ضروریات دین میں سے ہے وہ درج ذیل ہیں اس کے بعد مختصر مسائل پر بحث کی جائے گی۔

زکوٰۃ: آپ اس کے لغوی اور شرعی معنی ابتدائے عنوان میں پڑھ چکے ہیں۔ عام طور پر اس کو "نما" کے معنی بولا جاتا ہے جس کا معنی "بڑھنا" ہے چونکہ قیامت میں ثواب اور دنیا میں مال و دولت بڑھنے کا سبب ہے لہٰذا اسے زکوٰۃ کہا گیا ہے (مظاہر الحق جلد دوئم صفحہ ۸۶)

یہ کب فرض ہوئی: بقول شارح مشکوٰۃ المصابیح یکم ماہ رمضان المبارک ۲ ہجری میں فرض ہوئی، دراصل یہ مکہ معظمہ میں فرض ہو چکی تھی پھر اس کی تفصیل، تعمیل اور مفصل بیان مدینہ منورہ

میں ہوا (مظاہر الحق جلد دوئم) صاحب "در مختار" نے ۲ ھجری رمضان مبارک کی فرضیت سے پہلے اس کی فرضیت لکھی ہے۔

نصاب: لغت میں "اصل" کو کہتے ہیں۔ شریعت میں مال کی وہ مقدار نصاب ہے جس سے کم پر زکوٰۃ) واجب نہ ہو یعنی حضور سرکار دو عالم ﷺ نے جو خاص مقدار مال رکھنے کی مقرر فرما کر حکم دیا ہو کہ جب اتنی مقدار سے مال بڑھ جائے تو اس مال پر اتنی رقم، اس مقدار میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکال کر مستحقین پر تقسیم کر دینا چاہیے۔ جس شخص کے پاس مال نصاب ہو جائے تو اس شخص کو مالک یا صاحب نصاب کہا جاتا ہے۔ یہ نصاب دو قسم پر ہے جس کی تفصیل نقشہ ذیل میں ملاحظہ ہو۔

نصاب:

<table dir="rtl">
<tr><th colspan="2">نامی</th><th rowspan="2">غیر نامی</th></tr>
<tr><td colspan="2">وہ مال جو کہ بڑھنے والا ہو یہ دو قسم ہے</td></tr>
<tr><td>حقیقی</td><td>تقدیری</td><td rowspan="2">نہ بڑھنے والے مال کو کہتے ہیں جو حاجت اصلی کے سوا ہو جیسے مکان اسباب وغیرہ</td></tr>
<tr><td>سوداگری کا مال جو کہ نفع میں بڑھ جاتا ہے یا جانور جو سبب بچوں کے بڑھتے ہیں۔ یہ نصاب نامی کی قسم حقیقی ہے</td><td>سونا، چاندی جو کہ بظاہر تو نہیں بڑھتے لیکن بڑھنے کی صلاحیت ان میں موجود ہے</td></tr>
<tr><td colspan="2">نصاب نامی کے ہونے سے زکوٰۃ دینا فرض اور صدقہ فطر و قربانی کا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ صاحب نصاب نامی کو زکوٰۃ، خیرات، نذر یا صدقات واجبہ کا لینا درست نہیں۔</td><td>صاحب نصاب غیر نامی پر زکوٰۃ تو فرض نہیں لیکن صدقہ فطر اور قربانی کا کرنا واجب ہے۔ صدقات واجبہ اور زکوٰۃ کا لینا بھی اسے جائز نہیں۔</td></tr>
</table>

زکوٰۃ کی فرضیت کی شرطیں : زکوٰۃ کی فرضیت کی شرائط میں نیت کا کرنا ضروری شرط ہے خواہ یہ نیت مال زکوٰۃ کے نکالنے کے وقت ہی کرے یا ادا کرنے کے وقت نیت کرلے دونوں صورتیں درست ہیں۔ اسی طرح اسلام، حریت، مکلف نصاب نامی کا ہونا بھی شرط ہے۔ اسلام کی شرط کا یہ مستفاد ہے کہ جس طرح اسلام وجوب زکوٰۃ کے لئے شرط ہے اسی طرح بقائے زکوٰۃ کے لئے بھی شرط ہے۔ فرض کرو کہ ایک مسلمان صاحب نصاب (معاذاللہ) مرتد ہو جاتا ہے۔ دو تین سال کے بعد پھر توبہ کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام بن جاتا ہے تو ایام ارتداد کی زکوٰۃ اس سے ساقط رہے گی (عالمگیری)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کریم و غنی کو مرتد خبیث کے مال کی ضرورت نہیں۔ وہ مرتد خود پلید تھا۔ اللہ تعالیٰ غنی و حمید ہے اسے پلید کے پلید مال کی ضرورت نہیں۔ مکلف سے مراد عاقل و بالغ ہے۔ پس حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مجنوں اور نابالغ لڑکے کے مال پر زکوٰۃ نہیں ہوتی۔ امام مالک، امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ ان کے ولی کو ان کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے بشرطیکہ وہ نصابی رقم ضروریات خاصہ یعنی حاجت اصلی سے فارغ ہو اس صورت میں زکوٰۃ لازم آئے گی ورنہ نہیں۔

نصاب نامی کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی وجوب زکوٰۃ کی شرط ہے۔ حریت کی شرط سے یہ ثابت ہے کہ غلام پر زکوٰۃ نہیں۔ غلام میں قنِ مدبر، مکاتب اور ام ولد سب شامل ہیں جن پر زکوٰۃ نہیں۔ قن اس غلام کو کہتے ہیں جس کے مالک نے اسے لکھ دیا ہو کہ میری وفات کے بعد تو آزاد ہے، مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس کے مالک نے اسے لکھ دیا ہو کہ اگر تو اس قدر رقم کما کر ادا کر دے تو تجھے آزاد کروں گا۔ امِ ولد اس لونڈی کو کہتے ہیں جس نے اپنے آقا سے اولاد جنی ہو۔

چونکہ ہمارے موجود وقت اور ماحول میں حریت اور غلامی کی صورتیں تقریباً مفقود ہیں اس لئے اس خصوص میں مزید بحث نہیں کی جاتی، صرف ان شرعی اصطلاحی الفاظ کا سمجھنا ضروری ہے جن پر اکتفا کیا گیا ہے۔

حاجت اصلی کا ذکر : آپ نصاب غیر نامی اور بحث مکلف میں حاجت اصلی کا نام پڑھ چکے ہیں

اس لئے اسے بھی سمجھنا ضروری ہے جو مال اصلی حاجتوں میں لگا ہوا ہے جیسے کپڑے (۱) وغیرہ یا دین (۲) پہلے کو تحقیقی اور دوسرے کو تقدیری کہتے ہیں۔ یہ حاجت اصلی ہے سکونتی مکان، گھر کا اسباب، بدن کے کپڑے، سوٹ بوٹ، سواری کا جانور، موٹر بائیسکل، خدمت کا غلام، استعمال کے ہتھیار، عالم کے لئے اس کا کتب خانہ (لائبریریاں) صنعت و حرفت پیشہ لوگوں کے لئے ان کے اوزار، ڈاکٹروں کے قیمتی آلات وغیرہ یہ سب حاجت اصلی میں داخل ہیں جن پر زکوٰۃ نہیں ہوتی (ہدایہ ملخصا)

لیکن اگر ایسی چیزیں حاجت اصلی سے فارغ ہوں مگر ان میں تجارت کی نیت نہ ہو خواہ کتنے ہی مکانات، دکانیں وغیرہ ہیں تو ان میں بھی زکوٰۃ فرض نہیں البتہ اگر یہ چیزیں فارغ از حوائج اصلی نیت تجارت رکھتی ہوں تو ان میں زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے اسی طرح مال ضمار میں بھی زکوٰۃ دینی نہیں پڑتی کیونکہ اس کی ملکیت تو آپ کے لئے ثابت ہے لیکن وہ آپ کے تصرف میں نہیں۔

مال ضمار کا بیان: اس مال کو کہتے ہیں جس تک مالک کا ہاتھ نہ پہنچ سکتا ہو یعنی مال ضمار وہ مال ہے جو مالک کے پاس نہیں بلکہ غائب ہے اور اس کے ملنے کی امید منقطع ہو چکی ہو، اس کی چند صورتیں ہیں

۱: جو مال جاتا رہا یعنی گم ہو گیا۔

۲: جنگل یا کسی بیابان میں دفن کر کے بھول گیا۔

۳: مال دریا میں ڈوب کر کئی سال بعد بر آمد ہوا ہو۔ (عمدۃ الرعایہ)

۴: کسی نے غصب کر لیا ہو اور اس پر گواہ نہ ہو۔

۵: ظالم نے بطور ڈنڈ (یعنی جرمانہ یا تاوان) لے لیا ہو اور پھر وہ مال برسوں بعد ملا ہو اس صورت کو فقہائے کرام مصادرۃ کہتے ہیں وہ یہ صورت ہے کہ بادشاہ اپنی رعایا سے بطور تاوان جرم مال وصول کرے اگر ایسا مال مل جائے تو اس پر گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں (عمدۃ الرعایہ)

۶: کوئی قرضدار آپ کے قرضہ کا منکر ہو جائے، گواہ بھی نہ ہوں -- مدیون (یعنی مقروض) مدتوں انکار کرتا رہا۔ اچانک قوم کے سامنے اقرار کر لیا ان سب صورتوں میں جو مال مالک کے پاس غیر موجود رہا وہ مال ضمار ہے۔

ان میں سے مال مندرجہ شق نمبر دوئم یعنی وہ مال جو کہیں دفن کر کے بھول گیا ہو جس وقت بھی

دستیاب ہو جائے اس پر پچھلے دنوں کی زکوٰۃ لازم نہیں۔ البتہ اپنے گھر یا باغ میں دفن کر کے بھول گیا ہو تو اس پر پچھلے ان سالوں کی زکوٰۃ لازم ہو جائے گی جن سالوں مال نامعلوم رہا۔ کیونکہ اس صورت میں فقہاء اس کو مال ضمار تصور نہیں کرتے (عمدۃ الرعایہ) واللہ اعلم۔ اس کے علاوہ باقی صورتوں کا گیا ہوا مال جب دستیاب ہو جائے تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جن سالوں میں مال ہاتھ میں نہ تھا، زکوٰۃ بھی واجب نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ اس کے برخلاف ہے (شرح وقایہ)

دیگر مستثنیات زکوٰۃ یعنی وہ چیزیں جن میں زکوٰۃ فرض نہیں

جواہرات مثانیے، پیتل، گلٹ کے برتنوں اور دکانات کرایہ میں جن میں تجارت کی نیت نہ ہو زکوٰۃ معاف ہے۔ مرہونہ یعنی گروی چیزوں میں ایام رہن کی زکوٰۃ نہیں مثلاً زید نے بکر کے پاس کچھ زیوارات گرو رکھے۔ پھر دو سال بعد فک کرالئے (یعنی ان زیورات کو چھڑالیا) ان دو سالوں کی بابت راہن (یعنی گرو رکھنے والا) اور مرتہن (وہ شخص جس کے پاس کوئی چیز گرو رکھی جائے) دونوں پر زکوٰۃ نہ ہو گی (ہدایہ)۔

مسئلہ: اگر کچھ مال تجارت کی نیت سے خرید الیکن خریدنے کے بعد سال دو سال تک اس پر قبضہ نہ ہوا جیسا کہ آج کل بحری تجارتوں میں مدتوں مال نہیں پہنچتا تو تاوقتیکہ وہ معطل مال قبضہ میں نہ آجائے زکوٰۃ واجب الادا نہیں ہے (شرح وقایہ)۔

فقیر راقم الحروف کے نزدیک (اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے) اس میں جی پی فنڈ کی رقم بھی شامل ہو سکتی ہے جو کہ تاحیات یا تااختتام ملازمت سرکار کے پاس محفوظ رہتی ہے۔ ایام تعویق والتوا کی زکوٰۃ واجب نہیں واللہ اعلم۔ اسی طرح بندوں کے قرضوں پر بقدر رقم قرضہ زکوٰۃ نہیں البتہ اللہ تعالیٰ کے قرضوں پر زکوٰۃ ہوتی ہے اور وہ ایسے قرضے ہیں جن کا مطالبہ بندوں کی طرف سے نہیں ہو سکتا مثلاً نذر، کفارہ، صدقہ فطر وغیرہ (شرح وقایہ)

بندوں کے قرضہ کی مثال یہ ہے کہ اگر آپ زید کے دو سو روپوں کے قرضدار ہیں اور آپ کے پاس نقد دو سو روپے موجود ہیں تو آپ اس کی زکوٰۃ دیں گے۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں

من كان عليه دين يحيط بما له فلا زكوٰة عليه

اگر قرضہ کی رقم محسوب (حساب کی گئی) کرنے کے بعد باقی مال نصاب سے کم رہ جائے تو وہ بھی

زکوۃ سے مستثنیٰ ہے۔ آپ کے پاس ۱۳۰ روپے تھے اور ۱۰۰ روپیہ قرضہ قرض کی رقم مجرا (یعنی کٹوتی) کرنے کے بعد باقی ۳۰ روپے پر زکوۃ ہوگی کیونکہ ۳۰ روپے نصاب میں نہیں۔

مسئلہ اگر آپ کا کسی پر قرضہ ہے یعنی آپ قرض خواہ ہیں آپ کا قرض دینے والا خواہ تونگر ہو خواہ مفلس ہو قرضہ کی ادائیگی مانتا ہو خواہ نہیں البتہ اس قرضہ پر گواہ موجود ہوں یا قاضی وقت کو اس کا علم ہو تو ایسے قرضے پر زکوۃ واجب ہو جاتی ہے البتہ اس قسم کے قرضہ کی مختلف صورتیں اور ادائیگی زکوۃ کے مختلف طریقے ہیں۔

شارح مشکوۃ المصابیح نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر ایسا قرضہ مال تجارت کے بدلہ میں ہو تو جس وقت نصاب کا پانچواں حصہ وصول ہو جائے تو پچھلے دنوں کی زکوۃ ادا کر دینی چاہئے۔ اور یہ قرضہ بعوض مال تجارت کے نہیں مثلاً گھر کے پہننے کے کپڑے خدمت کا غلام یا سکونتی مکان وغیرہ فروخت کر دیا اور خریدار کے ذمہ رقم قرض رہ گئی تو جس وقت بقدر نصاب (دو سو درہم) رقم وصول ہو اس وقت پچھلے دنوں کی زکوۃ واجب الادا ہوگی۔ اگر قرضہ بدل بلا مال کے ہو مثلاً مہر، وصیت بدل خلع تو اس میں ایام تعطلہ کی زکوۃ نہیں جس وقت ایسی رقوم بقدر نصاب وصول ہوں اور ان پر سال کامل گذر جائے تو زکوۃ واجب الادا ہوگی ورنہ نہیں۔ (مظاہر حق جلد دوئم کتاب الزکوۃ)

مسئلہ: اگر کسی یتیم کو ادائے زکوۃ کی نیت سے کھانا کھلایا تو زکوۃ کے لئے کافی نہیں کیونکہ اس میں تملیک نہیں پائی جاتی لیکن اگر کھانے کی چیز مثلاً فروٹ وغیرہ خرید کر یتیم کے حوالہ کر دیا تو زکوۃ میں مجرا (کٹوتی) ہو سکے گی۔ پہلی صورت میں آپ نے یتیم کے لئے مال مباح کیا جو محسوب نہ ہوا۔ دوسری صورت میں فروٹ خرید کر اس کے حوالے کر دینا تملیک ہے چونکہ تملیک یعنی حقدار کو اس چیز کا مالک کر دینا زکوۃ کا ایک رکن ہے اس لئے اس نے کفایت کی۔

اباحت اور تملیک کا فرق: اباحت اور تملیک میں یہ فرق ہے کہ اباحت سے کسی چیز کا کام میں لانا مباح ہو جاتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ وہ اس مال میں اپنا تصرف کر سکے۔ آپ نے یتیم کو دستر خوان پر بٹھا کر اوروں کے ساتھ کھانا کھلا دیا اس میں یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ یتیم جسے چاہے لا کر اپنے ساتھ کھانا کھلاوے یا وہ طعام اس کو دے دے جبکہ تملیک میں مالکانہ حقوق کے ساتھ اسے ہر قسم کے تصرف کا حق

حاصل ہو جاتا ہے اس باریک مسئلہ کو یاد رکھنا چاہئے۔اب مستحقین زکوٰۃ کا مختصر ذکر سنیں جن کو مال زکوٰۃ دینے کا حکم ہے۔

مستحقین زکوٰۃ جن میں زکوٰۃ بانٹی جائے : قرآن حکیم میں مستحقین زکوٰۃ کی جماعت آٹھ افراد پر منقسم ہے۔

انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم و في الرقاب الغارمين و في سبيل الله و ابن السبيل (سورة التوبة آيه ٦٠)

فقراءومساکین : ان کی تفصیل آگے آئے گی۔

عاملین : یعنی وہ لوگ جو مال خیرات وصول میں تعینات ہوں یعنی عملہ کارکنان۔

مؤلفۃ القلوب : وہ لوگ جن کی تالیف قلوب ضروری تھی یعنی مسلمان تو تھے لیکن ابھی نیتوں کے صاف نہ تھے۔

رقاب : قید یا غلامی سے غلاموں کی گردنیں چھڑانے میں مطلب یہ کہ جو لونڈی، غلام اپنے آقا کے لئے رقم مقرر کر کے اپنے تئیں خرید لے یعنی اپنے مالک کی رضامندی سے اپنی قیمت کا متکفل (ضامن) ہوا ہو کہ اس قدر رقم ادا کر کے اپنے آپ کو آزاد کرائے گا۔ایسے غلام کو مکاتب کہتے ہیں اور صاحب نصاب لوگوں کو اس معین رقم کی ادئیگی میں مال زکوٰۃ سے مدد کرنے کا حکم ہے۔

غارمین : مفلس، قرضدار۔

فی سبیل اللہ : اس میں وہ مجاہدین شامل ہیں جو فقر کی وجہ سے یا سواری وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے لشکر اسلام کے ساتھ نہ مل سکتے ہوں یا وہ علماء و طلباء جو دین کی تعلیم و تعلم میں مصروف رہتے ہوں۔صاحب اعظم التفاسیر نے لکھا ہے کہ پل، سرائے وغیرہ میں بھی صرف کرنا راہ خدا میں ہے اور صاحب "غایۃ الاوطار" نے بحوالہ "بدائع" اور "شامی" لکھا ہے کہ کل تقربیات اور خیرات اور ہر وہ محتاج شخص جو خدا تعالیٰ کی اطاعت میں اور سبیل میں سعی کرے اس میں داخل ہے کیونکہ یہ اختلاف

حکم میں نہیں ہے بلکہ لفظاً اختلاف ہے کہ اگر کوئی فی سبیل اللہ وقف یا نذر یا وصیت کرے تو کیا مراد ہونی چاہئے پس بشرط احتیاج ان کو دینا جائز ہے خواہ وہ غازی ہو یا حاجی یا طالب علم اسی لئے شارح در مختار نے بحوالہ طحطاوی طالب علم کو فقیر کے ساتھ مقید کر کے اسے زکوٰۃ وغیرہ کے سوال کی اجازت و رخصت دینے کے لئے لکھا خواہ وہ کسب پر بھی قادر ہو۔ فقیر مؤلف کے نزدیک (خدائے تعالیٰ اسے معاف فرمائے) پل، سبیل، سڑک وغیرہ پر خرچ کرنا مصرف زکوٰۃ کے لئے صحیح نہیں کیونکہ ان میں تملیک نہیں ہے جیسا صاحب غایۃ الاوطار نے بحوالہ شامی درج کیا ہے۔ واللہ اعلم

ابن السبیل وہ مسافر ہے جس کی ملک میں مال تو ہے لیکن اس کے ساتھ یا پاس نہ ہو یہ سب وہ لوگ ہیں جن پر زکوٰۃ کا مال بقدر مناسب تقسیم کرنا چاہئے ان میں سے مؤلفۃ القلوب کے متعلق بہت بحث ہے۔ صحابہ کرام اور علماء راسخین فی العلم نے اس مصرف کی شق کو ساقط قرار دیا ہے اس کی اصلیت یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں یہ لوگ تین طرح پر تھے۔

ایک تو وہ کفار تھے جنہیں استمالت اور ایمان میں داخل ہونے پر استقامت کے طور پر مال دیا جاتا تھا۔ دوسرے وہ کفار تھے جو ہمیشہ اسلام کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتے تھے ان کی ایذا و مضرت کو دور کرنے کے لئے انسداداً ایسا کیا جاتا تھا۔ تیسرے قسم کے وہ چند ضعیف الاعتقاد رسمی مسلمان تھے جو ابھی برکات و فیوضات اسلام سے بہرہ ور نہ تھے۔ ان کی مسلمانی ایسی تھی کہ

و من الناس من یعبد اللہ علی حرفٍ فان اصابہ خیرٌ اطمان بہ و ان صابتہ فتنۃ انقلب وجھہ (سورۃ الحج آیت ۱۱)

"لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کنارہ پر رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے سو اگر اسے کوئی فائدہ پہنچ جائے تو مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کچھ تکلیف ہو گی تو اپنے منہ پر الٹا پھر جاتا ہے"۔

یہ لوگ ضعیف الایمان تھے ان کے ثابت قدم رہنے اور حفظ ماتقدم کے طور پر غلبہ اسلام کے لئے انہیں مال دیا جاتا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلام کا بول بالا اور مجاہدانہ عزم پیدا ہو کر الیوم اکملت لکم دینکم سے تکمیل دین ہو چکی تو اس مصرف کے لئے اس مستحقین کو ساقط کر دیا گیا جس کا مفصل ذکر کتب احادیث اور فقہ میں موجود ہے۔ (عمدۃ الرعایہ، فعلی ذلک انعقد الاجماع) اب اس پر اجماع ہو چکا ہے (ہدایہ)

فقیر و مسکین کا فرق: فقیر وہ ہے جو مقدار نصاب سے کم مال رکھتا ہو یا غیر نامی نصاب کے برابر مالدار ہو (نامی و غیر نامی کی تشریح پچھلے صفحات میں گذر چکی ہے) اور یہ سامان غیر نامی مستغرق فی الحاجات یعنی کام میں لگا ہوا ہو (عمدۃ الرعایہ) صاحب تفسیر اعظم نے لکھا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فقیر وہ ہے جو اس لئے سوال نہ کرے کہ اس وقت کا کفاف معیشت (نان و نفقہ) رکھتا ہو یہی مذہب حضرت امام احمد کا ہے، مسکین وہ ہے جو کچھ بھی نہ رکھتا ہو (شرح قدوری وغیرہ)۔

فقیر و مسکین کے امتیاز میں علمی طبقہ کے درمیان ایک لطیف بحث جس کا مختصر ذکر دلچسپی سے خالی نہیں۔ فقیر و مسکین دونوں لفظ بسلسلہ عطف و معطوف کلام قدس عزاسمہ میں بیان فرمائے گئے ہیں اس لئے مستحقین زکوٰۃ اور اس کے مصرف کے لئے یہ دو مختلف صفتیں ہیں جو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو مختلف شخصوں پر حاوی ہیں لیکن آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسف کے نزدیک یہ دونوں ایک ہی مستحق کی صفتیں ہیں جن بزرگوں نے مسکین کی تعریف میں اس کا کچھ مالدار ہونا لکھا ہے اس کا استدلال اس آیہ کریمہ سے ہے جو حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قصے میں آتی ہے۔

اما السفینة فکانت لمسٰکین یعملون فی البحر (سورة کهف ۷۹)

"یعنی وہ مسکینوں کی کشتی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے"۔

ان صاحبوں کی یہ دلیل ہے کہ کشتی کے مالک دولتمند تھے کیونکہ ان کی ملکیت میں کشتی اور اس کے ذریعہ کام ثابت ہے ظاہر ہے کہ کشتی قیمتی چیز ہوتی ہے جس سے ان مساکین کا صاحب تمول ہونا ثابت ہوا۔

صاحب فتح القدیر اور دیگر فقہاء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہاں صرف رحم کے طور پر انہیں مسکین فرمایا گیا ہے نہ کہ بحیثیت کشتی کے مالک ہونے کے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ کشتی والے بطور مزدور کام کرتے تھے مالک نہ تھے اس صورت میں التباس رفع ہو جاتا ہے۔

حضرت امام نے مسکین کے فقیر سے زیادہ غریب ہونے پر یہ دلیل بھی فرمائی ہے کہ آیہ کفارہ یمین میں ارشاد عالی ہے کہ　فکفارته طعام عشرة مساکین (سورة مائده آية ۸۹)

"یعنی اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے"۔

اس تخصیص سے مسکین کو طعام کی زیادہ تر احتیاج اور اس کی بے بسی پر استدلال کیا جاسکتا ہے یعنی مسکین اتنا مفلوک الحال اور واجب الرحم ہے کہ وہ کھانے کا محتاج بتایا گیا ہے لہٰذا آیۂ سفینہ میں مسکین سے مراد مزدور ہے۔ واللہ اعلم (شمنی)

کن مقامات اور کن لوگوں پر مال زکوۃ نہیں لگتا: مال زکوۃ سے مسجد کی تعمیر، میت کی تکفین، میت کے قرضے کی ادائیگی، غلام لے کر اس کو آزاد کرنا جائز نہیں (شرح وقایہ) البتہ مکاتب کی قیمت میں اس کی مدد کرنے کی اجازت ہے یہی مطلب ارشاد گرامی وفی الرقاب کا ہے جس کا بیان گذشتہ سطور میں ہو چکا ہے۔

زکوۃ دہندہ کی اصل و فروع میں جس پہ اس کی ذاتی منفعت پائی جاتی ہو زکوۃ نہیں لگتی اصل سے مراد ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ ہیں۔ فروع میں بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسے وغیرہ داخل ہیں۔ سب میں علت امتناع وہی ذاتی منفعت ہے شوہر اپنی زوجہ کو یا زوجہ اپنے شوہر کو، مالک اپنے مملوک کو زکوۃ نہیں دے سکتا۔

صاحبین (امام محمد اور امام ابو یوسف) کے نزدیک عورت اپنے خاوند کو زکوۃ دے سکتی ہے۔ بدلیل حدیث مبارک کے کہ عبداللہ بن مسعود کی بیوی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ سے اپنے خاوند اور گود کے یتیموں کی بابت صدقہ دینے کے متعلق پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس میں دہرا اجر ہوگا۔ ایک اجر صدقہ کا دوسرا قرابت کا (نور الہدایہ، ابن ماجہ) واللہ اعلم۔

سوتیلے ماں باپ، خسر، ساس، بھائی، بہن، بھتیجی، بھانجی، پھوپھی، خالہ، ماموں کو زکوۃ دینا جائز ہے (طحطاوی)

مسئلہ: کافر کو زکوۃ کا دینا درست نہیں مسلمان مستحق کو ہی دینا چاہئے البتہ صدقات فاضلہ، خیرات کافر و مشرک پر جائز نہیں (طحطاوی)۔

سادات کرام کو زکوۃ دینے کا مسئلہ اور اس کی بحث

بنی ہاشم اور ان کے خدمت گاروں کے لئے بھی متون اور کتب فقہ شریف اور احادیث مبارکہ میں زکوۃ دینا منع ہے چونکہ فی زمانناہٰذا یہ مسئلہ بہت زیر بحث رہا ہے اس لئے اس پر کسی قدر وضاحت

سے بحث کی جاتا ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ اولاد حضرت ہاشم سے ہیں۔ محمد مصطفی ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ ہاشم کی اولاد سے حضرت علی، حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت حارث وغیرہم تھے اس کے سوا جو اولاد ہاشم حضور رحمت للعالمین ﷺ کے ساتھ جفاکار اور برسرپیکار رہی ان کو اس تقدس اور تعلق سے خارج کر دیا گیا ہے۔ کسی نے سچ فرمایا

چوں کنعان را طبیعت بے ہنر بود   پیمبر زادگی قدرش نیفزود
ہنر بنما اگر داری نہ گوہر   گل از خار است و ابراہیم از آزر

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اولاد فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول نبی کریم ﷺ کو سید اور اولاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو (جو کہ غیر از بطن سیدہ خاتون جنت ہے) علوی کہا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے سگے چچا نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر، حضرت عقیل بن ابی طالب اور حضرت حارث بن عبدالمطلب تھے ان سب کی اولاد پر زکوٰۃ کا پیسہ ناجائز لکھا ہے (ہدایہ مختصر شرح وقایہ، در مختار، مسلم شریف، بخاری شریف) امتناع زکوٰۃ کا حکم تمام بنو ہاشم کے لئے ہے ان کی اولاد سے وہی لوگ تذللاً خارج ہوئے جن کا اوپر ذکر آچکا ہے جیسے ابولہب وغیرہ۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ سیدہ خاتون جو حبالہ عقد اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ (ابن مطلب بن ہاشم) میں تھیں ان کی اولاد سے سلسلہ سیادت شروع ہوتا ہے اور اس میں تخصیص امتناع زکوٰۃ نہیں بلکہ اسی عمومیت کے تحت جو بنو ہاشم کے ساتھ مربوط ہے چونکہ انساب کا سلسلہ باپ کی طرف منتسب ہوتا ہے اور حضور ﷺ کا نسب مبارک عدیث صحیحہ خاتون جنت کے ساتھ وابستہ ہے اس لئے اس سلسلہ سے منسلک جو سادات کہلاتے ہیں، یہ تعلیق ان کے متعلق کی جاتی ہے کہ انہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

صحیح بخاری میں بروایت ادم بن ابی ایاس حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی کرم اللہ وجہہ نے زکوٰۃ کی آئی ہوئی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی تھی تو حضور ﷺ نے فرمایا کخ کخ لیطرحھا "دور کر دور کر تاکہ پھینک دے اسے" اور فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے (بخاری باب مایذکر فی الصدقات للنبی ﷺ) دوسری

حدیث میں میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راستے سے گزرتے ہوئے ایک کھجور پڑی دیکھی تو فرمایا کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ زکوٰۃ کے مال سے ہوگی تو میں اسے کھالیتا مشکوٰۃ باب من لا تحل له الصدقة زکوٰۃ عبدالمطلب بن ربیعہ سے روایت ہے کہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ صدقہ یعنی زکوٰۃ لوگوں کی میل ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل کے لئے حلال نہیں۔

صاحب معانی آثار (طحاوی) نے بہت بحث کے ساتھ بنی ہاشم پر ایسا صدقہ مباح لکھا ہے اور یہ دلیل پیش کی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں آنے والے قافلے سے بہت سامال خرید کر مساکین اور فقراء بنی عبدالمطلب (بن ہاشم) میں تقسیم فرمایا تھا اسی طرح صاحب غایۃ الاوطار نے امتناعات کے دلائل کے ساتھ بحوالہ ابو عصمہ حضرت امام سے فی زمانناھذا زکوٰۃ کا بنی ہاشم کو دینا بھی جائز لکھا ہے کیونکہ زکوٰۃ کا عوض یعنی پانچواں حصہ (خمس) جو ان کا حق تھا اب انہیں نہیں پہنچتا اور جب عوض (یعنی خمس) انہیں نہ پہنچا تو اصل کی طرف ہی رجوع کیا گیا (غایہ جلد صفحہ ۲۸۰) بلکہ بحوالہ نہر امام ابو یوسف اور حضرت امام کا یہ قول بھی درج ہے کہ ہاشمی ہاشمی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

زیلعی نے ابو عصمہ کی یہ روایت بحوالہ طحاوی غیر مشہور لکھی ہے اور پھر شرح الآثار کے حوالہ سے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ سے یعنی حضرت امام سے تمام صدقات اولاد ہاشم کے لئے اب لاباس بہ (مضائقہ نہیں) کے حکم میں ہیں۔ (زیلعی جلد اول صفحہ ۳۰۳ ملخصا)

خاتمۃ المفسرین قدوۃ ارباب الحقیقت والیقین حضرت الشیخ اسماعیل حقی البروسوی (المتوفی ۱۱۳۷ھ) اپنی گرانمایہ تفسیر "روح البیان" میں آیہ کریمہ واعلموا انما غنمتم م شیٔ فان الله خمسه و للرسول کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

و فی شرح الآثار عن ابی حنیفة ان الصدقات کلها ای فرضها و نفلها جائزة علیٰ بنی هاشم والحرمة کانت فی عهد النبی علیه السلام لوصول خمس الخمس الیهم فلما سقط ذلك بموته (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حلت لهم الصدقة (الجز العشر صفحه ۳۴۸ روح البیان)

اس کا مطلب یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرضی یا نفلی تمام صدقات بنی ہاشم پر جائز ہیں کیونکہ اس کی حرمت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھی جبکہ مال خمس سے ان کو مال دیا جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جب یہ حق ان کا نہ رہا تو ان کے لئے اور صدقات حلال ہو گئے۔ ہر چند

دلائل فریقین اپنے اپنے مقام پر واضح ہیں لیکن ایک مفکر کے لئے دائرہ عمل میں ضرور تشویش پیدا کرنے کا باعث بھی ہیں۔ ایک طرف امتناعات کی شدت دوسری طرف مباحات کی اجازت دونوں مرکز ایسے ہیں کہ ان پر آسانی کے ساتھ نہیں گذرا جا سکتا۔ اس کی تطبیق اور توثیق عمل کے لئے یہ فقیر مؤلف (خدا تعالیٰ سے عفو فرمائے) جس نتیجے پر پہنچا ہے وہ یہ ہے کہ فقہاء کا جواز دائرہ عمل کی وسعت تیسر دین پر مبنی ہوا کرتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ جواز کراہت کا مانع نہیں ہوتا جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ سادات کرام کی شان میں آیہ تطہیر لیذھب عنکم الرجس اور یطھر کم تطھیراً کا حکم ناطق ہے۔ حضور سرور دو عالم ﷺ نے ان صدقات کو غسالہ ذنوب الناس فرمایا ہے چنانچہ ابو امیہ کی حدیث میں جس کی آخری روایت اہل رزین سے حضرت علی علیہ السلام شیر خدا تک پہنچائی گئی ہے کہ راوی نے حضرت عباس سے عرض کی کہ حضور ﷺ سے ان صدقات سے متعلق پوچھے تو آقائے کریم ﷺ نے فرمایا ما کنت لا ستعملك علی غسالة ذنوب الناس میں تمہیں لوگوں کے گناہوں کی نکلی ہوئی میل کے استعمال کی اجازت نہیں دیتا۔ (شرح معانی الاثار (طحاوی) باب الصدقة علی بنی ہاشم)

پس مقدس وقت میں جبکہ اہل بیت اطہار لباس تقدیس و تطہیر میں حکماً و عملاً ملبوس تھے اور نیز ان کے لئے خمس الخمس اور فئی اور تحائف وہدایہ کے دروازے بھی کھلے تھے (جو مال مجاہدین کو محاذات جنگ سے حاصل ہوتا ہے اسے غنیمت کہتے ہیں اور جو مال بغیر لڑائی کے دشمنوں سے لیا جاتا ہے یا جزیہ پر صلح کی جاتی ہے یا اس مرتد کا مال کو بحالت ارتداد مارا جاتا وصول ہو تو اسے فئی کہتے ہیں) اور بہترین ذرائع اور وسائل موجود تھے بے شک سید کی شان بھی یہ تھی کہ وہ اس غسالہ ذنوب الناس سے مجتنب رہے۔ حضور ﷺ کے وصال پر سلسلہ خمس الخمس منقطع ہوا اور ذرائع بھی تقریباً مسدود ہوتے رہے اصول کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ ضروریات اشیاء کو مباح کر دیتی ہیں۔ آج کے زمانہ میں جبکہ لوگوں کے حالات بدل چکے ہیں۔ سادات کرام کے لئے وسائل بسط و بساط نہ رہے۔ اکثر حضرات نے اعمال افعال، اقوال میں تغیر اور خلاف اسوہ رسول کریم ﷺ تاثرات پیدا کر لئے، معاملہ ظنیات میں پڑ گیا تو فقہاء کرام کے اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے جنہوں نے اس معاملہ پر کافی غور و تفکر کے بعد فتویٰ جواز دیا اور یہ فتویٰ آج کے دن حق بجانب اور درست معلوم ہوتا ہے۔ سادات مستحقین پر اس زکوٰۃ کی

ادائیگی کا دائرہ جواز کے اندر رہے، واللہ عالم وعلمہ اتمہ۔ میرے قریبی رشتہ کی ایک عالمہ سیدہ خاتون نے بڑے غصہ اور ہاشمی جوش کے ساتھ مجھے کہا کہ "آپ اس جوازِ زکوٰۃ علی السادات کے مسئلہ میں غلطی پر ہوں گے اور میں آپ کی مخالفت کروں گی۔ آپ سادات کرام کو تبلیغ عمل، جہد فی اللہ اور محنت سے کما کر کھانے کا سبق کیوں نہیں دیتے کہ ان کے لئے غسالۃ الناس اور اوساخ کے جواز کا فتوٰی دینے پر تل گئے۔ ہم سید آل رسول ہیں، لوگوں کی اس میل کو کبھی استعمال نہیں کریں گے خواہ بھوکا ہی رہنا پڑے" میں نے کہا "مقدسہ خاتون سنئے مسئلہ یوں ہے کہ

بے حکم شرع آب خوردن خطاست   وگر خوں بفتوٰی بریزی رواست

میں تو دل سے چاہتا ہوں کہ اس مقدس گھرانے میں تطہیر اور غسالۃ الناس سے اجتناب کے احساسات قائم رہیں لیکن یہ بھی نہیں دیکھا جاسکتا کہ مقدس خاندان کے یتامٰی، بے کس اور غریبوں کی یہ حالت ہو کہ غیر قوم کے لوگ ہم پر ہنسیں اور ہمارے اغنیاء پنبہ در گوش ادھر ادھر کتراتے پھریں۔ میں نے تو شریعت بیضاء کے ایک مشکل مسئلہ کو تقاضائے وقت سے کسی قدر واضح کیا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے میری نیت خیر اور جذبات محبت و ہمدردی پر مشتمل ہیں، میں نے کہنے کو تو یہ کہہ کر جان چھڑا لی لیکن سچ کہوں تو میرے دل پر اس جرأت، ایثار، استقلال اور صاف گوئی نے اتنا گہرا اثر کیا کہ میری لوحِ خاطر پر نقش کالحجر ہو گیا کاش اس خیال غیرت اور حق گوئی کے لوگ مسلمانوں میں پیدا ہو کر محنت کش اور خوددار ہو جائیں تو پھر قوم کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو کچھ غم نہیں۔

نصاب میں معین مقدار کیا ہے؟ احادیث و فقہ میں یہ بحث بالوضاحت درج ہے یہاں اختصار کے ساتھ اس کا اقتباس درج کیا جاتا ہے اور کوشش کی جائے گی کہ سہل طریقہ پر فقہی اشارات سمجھائے جائیں۔

سونا چاندی: سونے کا نصاب ۲۰ مثقال بوزن دھلی یعنی ساڑھے سات تولہ ہے جس میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا ہے۔ چاندی میں ۱۴۰ مثقال مساوی دو سو درہم نصاب ہے جو کہ ۶۳۰ ماشے بنتے ہیں اس دو سو درہم یعنی ۶۳۰ ماشے چاندی میں ۵ درہم یا ۱۵ ماشے ۶ رتی چاندی زکوٰۃ کے حساب میں آئے گی مطلب یہ ہوا کہ جب آپ کے پاس ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی پورا

سال قمری مہینوں کا گزار دے تو اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا نکالنا فرض ہو گا ورنہ جہنم میں جکڑے رہیں گے۔ مرحوم مصنف "بہشتی زیور" نے آسان طریقہ یہ لکھا ہے کہ جتنا مال نصاب میں ہے اس کے چالیسواں حصہ میں زکوٰۃ واجب ہے یعنی سو روپے میں سے اڑھائی اور چالیس میں سے ایک زکوٰۃ کا ہوتا ہے (بہشتی زیور، حصہ سوئم صفحہ ۲۹)

جانوروں میں سے زکوٰۃ: چرنے والے جانور مثلاً اونٹ، گائے، بیل، بھیڑ، بکری سب میں زکوٰۃ ہے البتہ وقفی مواشی اور سوائم یعنی چرنے والے میں جو حمل، رکوب (باربرداری یا سواری کے ہوں) یا جو گھر سے گھاس کھانے بلانیت تجارت ہوں یا کھیتی کے بیلوں یا اندھے، پاؤں کٹے مواشی میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ گھوڑوں کی زکوٰۃ میں اختلاف ہے۔ صاحبین کے نزدیک گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ نہیں (غایہ) بخلاف ظاہر قول حضرت امام، چرنے والے مالوں میں نصاب بدیں خلاصہ ہے۔

اونٹوں میں نصاب بہ تفصیل ذیل میں درج ہے۔

اونٹ میں نصاب پانچ ہے، ہر ایک پانچ پانچ سے پچیس اونٹوں میں ایک بکری دینی پڑتی ہے۔ اس سے آگے نقشہ ذیل ملاحظہ ہو:

نام اونٹ	تشریح	نصاب زکوٰۃ
بنت مخاض	وہ شتر مادہ جس کو دوسرا برس لگا ہو۔	پچیس اونٹوں سے پینتیس تک زکوٰۃ میں بنت مخاض ہے
بنت لبون	وہ اونٹنی جس کو تیسرا برس لگا ہو	چھتیس سے پینتالیس تک بنت لبون زکوٰۃ ہے
حقہ	چوتھے برس کے شروع کی اونٹنی جو سواری کے لائق ہوگئی ہو	چھیالیس سے ساٹھ سال تک حقہ ہے
جذعہ	پانچویں سال میں لگی ہوئی اونٹنی	اکسٹھ سے پچھتر سال تک

گائے بھینس نر ہوں خواہ مادہ ان میں نصاب ۳۰ ہے

نام	تشریح	نصاب	زکوٰۃ
تبیع	پورے برس کا بچھڑا یا بچھڑی	۳۰ عدد	ایک تبیع دیا جائے
مسن دو سنین	دانت والا دو سالہ	۴۰ عدد	ایک مسن دیا جائے
مسن دو سنین	دانت والا دو سالہ	۶۰ عدد	دو تبیع دیے جائیں

بھیڑ بکری دنبہ میں نصاب چالیس ہے ایک سے انتالیس تک معاف ہے

۴۰ سے ۱۲۰ تک ایک بکری	۱۲۱ سے ۲۰۰ تک دو بکریاں
۲۰۱ سے ۳۹۹ تک تین بکریاں	۴۰۰ میں چار بکریاں

ذیل میں چند مختلف صورتوں کے مسائل رفاہ عامہ کی بنیاد پر لکھے جاتے ہیں

نکتہ: نقود میں دراہم پر کسر حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک معاف ہیں اور صاحبین کے نزدیک یہ عفو خاص ہے۔ سوائم میں نہ نقود میں (جیسے بکریوں میں چالیس اور چالیس سے ایک سو بیس تک صرف ایک ہی بکری نصاب میں آئے گی) مثلاً اگر آپ کے پاس دو سو درہم پر دس درہم بڑھ جائیں تو تاوقتیکہ یہ کسر کو پورا کر کے چالیس درہم تک۔ نہ پہنچ جائیں امام صاحب کے نزدیک وہی پانچ درہم زکوٰۃ آئے گی اگرچہ صاحبین اس کے برخلاف ہیں لیکن یہی بہتر مسلک ہے جو حضرت امام نے اختیار فرمایا۔

مسئلہ: سونے چاندی برتن زیور، سچا گوٹہ، ٹھپہ کناری سب پر زکوٰۃ واجب ہے۔

غزل

ابو اللیث قریشی

بے قصدِ سفر جاتے ہیں، معلوم نہیں کیوں؟ پھر خود ہی ٹھہر جاتے ہیں، معلوم نہیں کیوں؟

ہم پیار سے جینے کی دعا دیتے ہیں جن کو وہ لوگ بھی مر جاتے ہیں، معلوم نہیں کیوں؟

کچھ لوگ تجھے دیکھ کے اے فصلِ بہاراں! با دیدہ تر جاتے ہیں، معلوم نہیں کیوں؟

اک وہم سمجھتے تھے حقیقت کو جو کل تک اب خواب سے ڈر جاتے ہیں، معلوم نہیں کیوں؟

اترے ہوئے چہروں کو بھی یہ کہتے سنا ہے کچھ ہم سے بھی ڈر جاتے ہیں معلوم نہیں کیوں؟

اک سلسلۂ اشک ہے شبنم، مگر اس سے گلزار نکھر جاتے ہیں، معلوم نہیں کیوں؟

منزل کی طرف راہِ محبت کے مسافر بے رختِ سفر جاتے ہیں، معلوم نہیں کیوں؟

کچھ دیکھ کے، کچھ سوچ کے، کچھ لوگ جہاں سے چپ چاپ گزر جاتے ہیں، معلوم نہیں کیوں؟

کشتی کو ڈبو کر اسی کشتی کے محافظ خود پار اتر جاتے ہیں، معلوم نہیں کیوں؟

گھر میں کوئی آرام کی صورت نہیں، پھر بھی تھک ہار کے گھر جاتے ہیں، معلوم نہیں کیوں؟

ہاں عکسِ رخِ سنگ زدہ سے بھی تو اے لیث

آئینے سنور جاتے ہیں، معلوم نہیں کیوں؟

گذشتہ سے پیوستہ

شہہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشاہیر کی نظر میں

پرنسپل (ریٹائرڈ) الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی

لے کر سیاہی نور رخ آفتاب سے لکھنا ہے وصف حسن رسالتمآب کا

ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقیدت و ارادت کی تقدس آفریں فضاؤں میں پرواز کرتے ہوئے رخ آفتاب سے نور کی روشنائی مستعار لے کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کی بوقلموں جتوں کی رنگینیوں اور جلوہ سامانیوں کی مدح سوری کرنے کی جسارت کرنا چاہتا ہے، ہو سکتا ہے بزعم خویش وہ اس میں کامیاب ہونے کا متمنی ہو۔ اب دیکھئے کہ ایک ہندو عقیدت کیش پنڈت جگن ناتھ پرشاد آنند کتنے محبت آمیز انداز میں مدح سرائی کرتا ہے

مدح حسن مصطفیٰ ہے ایک بحر بیکراں اس کے ساحل تک کوئی شیریں زباں پہنچا نہیں

نیک و بد کی ہے خبر، تو واقف کونین ہے ہے پہنچ تیری جہاں، وہم و گماں پہنچا نہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی ناقابل تردید اور غیر مبہم عالم گیر صداقت ہیں جسے مسلم اور غیر مسلم سبھی تقدس و عظمت کے پیمانے سے ناپنے کی جہد مسلسل کر رہے ہیں۔ پنڈت جی نے آقائے مرتضیٰ احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آراء کو ایک ناپید اکنار سمندر سے تشبیہ دی ہے۔ وہ انسان کی نارسائی کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسی قادر الکلام اور شگفتہ رقم انسان میں اتنی استطاعت نہیں ہے کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعلیٰ و ارفع صفات پاک کو صفحہ قرطاس پر کماحقہ نقش کر سکے۔ دوسرے شعر میں وہ کہتے ہیں کہ اے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ دونوں جہانوں کے خفی و جلی اسرار و رموز سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ کے مقام کی عظمت اور مرتبے کی رفعت کا اندازہ انسانی فکر و فہم تو کجا وہم و گماں تک کی رسائی سے وراء الوراء ہے۔ حتیٰ کہ فرشتوں کے سردار جبرائیل امین بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علو مرتبت کو کماحقہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔ بہادر شاہ ظفر نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثناخوانی کے سلسلہ میں انتہائی خوبصورت الفاظ میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور انسانی فکر کی بے بضاعتی کو یوں بیان ہے

قرآں میں ، جبکہ خود ہو ثنا خواں ترا خدا کیا تاب پھر قلم کو جو کچھ کر سکے رقم

آیئے دیکھتے ہی کہ خالق کائنات جل جلالہ اپنے پیارے اور محترم محبوب ﷺ کے متعلق قرآن پاک میں کیا ارشاد فرماتے ہیں

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم باالمؤمنین رؤف رحیم (التوبة آیه ۱۲۸)

ترجمہ :اے نبی مکرم (ﷺ) کے نام لیوا! غور سے سنو تم لوگوں کے پاس تم ہی سے ایک برگزیدہ رسول (ﷺ) تشریف لے آئے ہیں (جو تم میں سب سے عالی نسب ہیں ، زہد و تقویٰ، تقدس و عظمت، اخلاق کریمہ اور اوصاف حمیدہ میں منفرد اور یکتا ہیں) تمہار تکلیف میں مبتلا ہونا حضور اقدس پر شاق گذرتا ہے وہ تمہاری بھلائی کے حد درجہ چاہنے والے ہیں۔ مسلمانوں پر بدرجہ غایت شفیق اور مہربان ہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں اللہ جل شانہ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو کمال تکریم و تعظیم کے طور پر اپنے دو حسین ناموں "رؤف" و "رحیم" سے موسوم فرمایا۔ واضح ہو کہ رب مہربان نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے سوا کسی دوسرے نبی کو اس اعزاز سے نہیں نوازا۔ حضور ﷺ کی عظمت و شرف کی یہ انفرادیت اس حقیقت کا کافی ثبوت ہے کہ سرور کائنات ﷺ خالق کون و مکاں کے انتہائی پسندیدہ محبوب ہیں۔

ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ رحم و کرم کے بحر بے پایاں اور عنایت و شفقت کے ملجاء و ماویٰ ہیں۔ انتقام، بدلہ، دشمنی، حسد اور غل کے الفاظ سے حضور ﷺ قطعاً آشنا نہیں تھے۔ محبت، شفقت، رحمت، کرم، عنایت، حسن سلوک، برداشت، تحمل، بردباری، عفو و در گزر اور بخشش آپ کے اخلاق کریمہ کے نمایاں پہلو تھے۔ حضور اقدس ﷺ کے ایک ہندو مداح رانا بھگوان داس "پیکر خلق عظیم ﷺ" کے عنوان کے تحت حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کی عظمت اور رفعت کی وضاحت انتہائی دلپذیر انداز میں کرتے ہیں۔

"تاریخ اخلاقیات کے صفحات شاہد ہیں کہ تہذیب کی منزل سے ہی بنی نوع انسان نے اپنی

معاشرتی زندگی میں اخلاقی قدروں کا تعین کیا، دانش وادراک انسانیہ کے دوسرے عہد میں علمبردار صداقت سقراط کے صاحب ادراک عزیز شاگرد ارسطو کی اخلاقی تعلیمات کو شہرت تامہ حاصل ہوئی۔ روح اللہ کی تعلیمات کریمانہ، گوتم کے اصول، اہنسا اور زرتشت کے ہدایات عمرانیہ بھی اخلاقیات کے اعلیٰ درس تصور کیے گئے۔ بعثت نبوی ﷺ سے قبل کے ہادیان مذاہب و معلمین فلسفہ کو بھی مقننین و مبلغین قرار دیا گیا۔

پیکر خاکی کی معاشرتی زندگی کے صحیفے کا ورق کہنہ اس حقیقت کو پیش کرتا ہے کہ خلاق اکبر نے نوع انساں میں مدنیت کے ساتھ ہی جذبہ خلق کو بھی ودیعت فرمایا۔ محبت و مقتضیات محبت، رابطہ باہمی، احتیاجات کا دباؤ، تکمیل تمنا کی آرزومندی کے جبلی تقاضے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ فطرت نے پیار و محبت کے بحر بے کنار ہی میں خلق کے لولوئے لالہ کی تخلیق فرمائی ہے۔

خلق و محبت کی جلوہ آرائی کی خاطر دانشوران وقت نے اخلاقیات کے آئین و ضوابط مدون کئے لاریب کہ ذہن ہندی، ادراک یونانی، فراست رومی اور دانش ایرانی نے دنیائے خلق کی آراستگی کا بہت کچھ نظریاتی ساز و سامان کیا تھا لیکن صحیح نمونہ عمل کے فقدان کے باعث نظریات نظریات ہی رہے اور ہند میں برہمنیت کے سیلاب نے نقش گوتم کو مٹا ڈالا۔ روح القدس کی تعلیمات پاپائیت اور استبداد کی دارو گیر میں گھر کر صرف کتاب مقدس کی ہی زینت بن کر رہ گئیں۔ افلاطون، ارسطو کی تعلیمات تعلیم و تعلم کی حد سے آگے نہ بڑھ سکیں۔ تعلیمات زرتشت کا چراغ بہت قلیل مدت میں خاموش ہو گیا۔ جزیرہ نمائے عرب کے بسنے والے خلیل اللہ کی تعلیمات کو بھی لوگ بھلا بیٹھے، وادی سینا یہود کی آماجگاہ بن گئی اور کلیم اللہ کے ارشادات ثواب اور ثواب کی باتیں ہو کر رہ گئے۔ کنفیوشس کا ٹمٹماتا دیا بھی باد صرصر کے ایک ہی جھونکے سے بجھ گیا تھا۔

آہ! کہ اخلاقیات کے یہ سارے نظریات اپنا کوئی نقش چھوڑے بغیر اپنے صاحب نظر مفکرین کے ساتھ ہی دنیا سے ختم ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضور خاتم النبیین پیکر خلق و محبت محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے اس ردائے نیلگوں کے نیچے

کہیں بھی کوئی نقش اخلاق باقی نہیں رہا۔ فلک پیر دیکھ رہا تھا کہ دنیا فسق و فجور، درندگی، بہیمیت، بے عملی، بد عملی اور معصیت کا گڑھ بن چکی تھی، موجودات عالم بارگاہ کبریا میں فریاد کناں تھے۔

مولیٰ! کرم فرما، یا ارحم الراحمین! شان کریمی کا جلوہ دکھا، رب العزت! کائنات پر رحمتوں کا باران کرم فرما اور کسی کامل و مکمل فیض گستر شخصیت کو مبعوث فرما جو موجودات عالم کے دکھ کا مداوا کرے، تیری کائنات کی تطہیر کرے اور دنیائے ارضی کو سنوارے، تیری رحمتوں کو اجاگر کرے۔

آخر خلاق اکبر کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی شان کبریائی نے اپنے جلووں کو بے نقاب فرمادیا۔ رب کائنات کی شان کریمی کے فیضان کے باعث جناب عبد المطلب کے گھرانہ میں حبیب خدا ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ طغیان و عدوان کا گھٹاٹوپ اندھیر اچھٹنے لگا اور ضیائے محمد ﷺ کی تابانی نے کائنات ارض و سما کے ذرہ ذرہ کو نورانی بنادیا اور انوار محمد ﷺ کی جلوتوں میں نور کبریا کی جھلکیاں نمایاں ہونے لگیں۔ خاتم النبیین کی تعلیمات عالیہ کے باعث خالق اکبر کا یہ کائناتی نظام صالح بن گیا۔ بنی نوع انسان کی زندگی کے ہر پہلو کو سنوارا گیا۔ عبادات سے قطع نظر محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات نے زندگی کے ہر شعبہ کو نکھار اور منزل رفعت تک پہنچادیا۔ ہماری سماجی زندگی میں خوش خلقی، شیریں کلامی، رحمت و شفقت، عفو و درگزر اور احسان کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

بھلائی کے بدلے میں بھلائی کی مثالیں تو بہت ملتی ہیں، لیکن برائی اور دشمنی کرنے والوں کے ساتھ پیار و محبت کا عمل کرنے والی شخصیتیں تاریخ کے دامن میں دکھلائی نہیں دیتیں۔ زندگی کے دشمن اور اقدام قتل کرنے والوں کے ساتھ شفقت و گرم گستری تو صرف رحمت للعالمین ہی کا حصہ ہے، بلاشک مہاتما گوتم بدھ اور حضرت مسیح کو تعلیمات عدم تشدد میں بلند مقام حاصل ہے لیکن صفحات تاریخ اور ان کی مذہبی کتابیں ایسی ایک بھی مثال پیش نہیں کرسکتیں کہ خود ان بزرگوں نے عملی طور پر اپنے ایسے دشمنوں کے ساتھ رحمت و شفقت کا ایسا سلوک کیا ہو جیسا پیغمبر اسلام ﷺ نے کیا تھا۔

تاریخ عالم میں کملی والے آقائے دو عالم ﷺ کی جان کے دشمن لوگوں پر شفقت و عنایت اور رحم و کرم کے کئی واقعات تفصیل کے ساتھ ناظرین کے مطالعہ میں آتے ہیں۔ اخلاق و کردار کی یہ رفعت مآب منزل ہے کہ بدلہ لینے اور سزا دینے کی پوری قدرت رکھتے ہوئے بھی بد ترین دشمنوں پر عفو و کرم کیا جائے پیشوایان عالم میں یہ خصوصیت صرف تاجدار مدینہ ہی کو حاصل ہے۔

حضور اقدس ﷺ کی شفقت و رحمت اور عفو و درگزر کی چند مثالیں :

۱ : ایک بدوی زید بن منذر نے وعدہ سے تین دن قبل حضور ﷺ سے اپنے قرض کا شدت سے مطالبہ کیا۔ اس کی تند خوئی اور تلخی گفتار پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت برہم ہوئے لیکن حضور رحمت عالم ﷺ نے کمال رحمت و شفقت اور حلم و تحمل سے کام لیتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی برہمی پر نصیحت فرمائی۔

۲ : ساقی کوثر سخاوت فرما رہے ہیں ایک بدوی آکر چادر گھسیٹتا ہے اور گستاخانہ انداز میں خیرات طلب کرتا ہے۔ خلق محمدی ﷺ کے قربان جائیے کہ حبیب خدا ﷺ نے اس گستاخ کے اونٹ مال سے لدوا دیئے۔

۳ : حضور اکرم ﷺ انتہائی مہمان نواز تھے، ایک دفعہ ایک یہودی آپ کا مہمان ہوا، اس نے رات کو خوب کھانا کھایا پھر آخر شب مسجد مبارک میں غلاظت کی اور علی الصبح فرار ہو گیا لیکن جلدی میں اپنی تلوار بھول گیا، تلوار لینے کے لئے جب واپس آیا تو دیکھا کہ حضور ﷺ خود اپنے دست مبارک سے غلاظت صاف فرما رہے تھے۔ مقام فکر ہے معمار انسانیت نے خلق عالی کی کیسی بے مثال نظیر قائم فرمائی ہے۔

۴ : ابو سفیان نے ایک شخص کو سرور کائنات کے قتل کے لئے مقرر کیا۔ وہ شخص خنجر چھپا کر مسجد میں داخل ہوا لیکن پکڑ لیا گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس کو قتل کرنا چاہتے تھے لیکن حضور ﷺ نے اس کو معاف فرما دیا۔

۵ : فتح خیبر کے بعد ایک یہودی عورت نے ہادی اسلام کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا

دیا۔ حضور ﷺ نے ایک لقمہ منہ میں ڈالتے ہی معلوم کر لیا اور لقمہ اگل دیا۔ عورت نے اقبال جرم کر لیا اور رحمت عالم ﷺ نے اسے معاف فرمادیا۔

حاصل کلام تمثیل گاہ ارض پر دنیا نے ایسے بہت سے رہنما اور قائد تو دیکھے ہیں جن کا نطق، انسانیت نوازیوں اور خلق عالیہ کے بلند بانگ دعووں میں نغمہ سنج رہا ہے لیکن ان کی اپنی نجی زندگی کبھی ان کے دعویٰ کی صحیح ترجمان نہ بن سکی۔ آج کی متمدن، مہذب اور انسانیت نواز دنیا کے مشاہیر کی زندگانیاں بھی ان کے اپنے دعووں کی عکاسی نہیں کرتیں۔ اسٹیج پر شرافت، نجابت، تحمل وانصاف اور اخلاق فاضلہ کے افادات وبرکات میں رطب اللسان رہنے والوں کی زندگیوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ رحمت وکرم گستری کا لبادہ اوڑھنے والے خود اپنے خادمیں اور ملازمیں کے ساتھ مشفقانہ اور کریمانہ سلوک نہیں کرتے۔ دور حاضر میں ارباب اقتدار قائدین کے دعوائے تحمل وانصاف اور قول وفعل کی متضاد کیفیت عجیب وغریب ہیں"

(رانا بھگوان داس، تجلیات سیرت ﷺ، فضلی سنز لمیٹڈ اردو بازار کراچی صفحہ ۲۷۲-۲۸۰)

سردار انبیاء، سرکار مدینہ، یثرت کے والی، محبوب رب العالمین ﷺ کی مدحت وستائش میں اقصائے عالم کے کونے کونے سے مؤرخوں، معلموں، سیاستدانوں، سائنسدانوں، بادشاہوں، جرنیلوں، ادیبوں، شاعروں، صحافیوں، انجنیروں، ڈاکٹروں، مفکروں، دانشوروں غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والی شخصیتوں نے اپنی اپنی فہم وبصیرت کے مطابق نظم ونثر دونوں اصناف میں محبت اور عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ تعریف وتوصیف کے یہ گلہائے عقیدت ومحبت دنیا کے تقریباً ہر زبان کے مداحوں نے انتہائی کیف وسرور کے جبکہ کے ساتھ چن کر دیدہ زیب اور دلفریب گلدستے بنائے اور محافل کائنات کو نبوت کی عظمت وتقدس کی دلربا اور روح پرور خوشبوؤں سے معنبر ومعطر کیا۔

ثنائے خواجہ کے یہ دلکش ودلربا شہ پارے نہ صرف مسلمان عاشقان رسول ﷺ کی تخلیق ہیں بلکہ غیر مسلم شعراء اور دانشور بھی اس کار عظیم میں برابر کے شریک ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنی فہم وفراست کی عظمت کے باوصف حضور ﷺ کی ثناء کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ وہ زیادہ سے

زیادہ اس نور مجسم کے عکس کی عکاسی کر سکتا ہے جیسا کہ عربی زبان کا ایک شاعر کہتا ہے

انما مثلوا صفاتك للناس كما مثلا لنجوم الماء

یعنی آپ کے مدح خواں آپ کی صفات کا صرف عکس ہی دکھاتے ہیں جس طرح پانی ستاروں کا عکس دکھاتا ہے۔ حضور ﷺ کی حقیقت کا علم تو صرف خالق کائنات کو ہی ہے جو کہ عالم الغیب والشھادہ ہے اس حقیقت کی مزید وضاحت عربی زبان کے ایک دوسرے شاعر نے انتہائی واضح انداز میں کی ہے، فرماتے ہیں

ما ذا عسى الشعراء اليوم تمدحه من بعد ما مدحت حم تنزيل

یعنی حمٓ تنزیل قرآن حکیم میں اللہ کریم نے اپنے نبی ﷺ کی جو نعتیں بیان کر دیں ہیں ان کے بعد بھلا آج کل کے شاعر کیا مدح کریں گے۔

بہر کیف فکر ہر کس بقدر ہمت اوست کے مترادف آیئے دیکھتے ہیں کہ عربی زبان کے ایک معروف شاعر محمد جار اللہ الشھودی حضور سید الثقلین ﷺ کو کتنے پیارے الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

الصبح بدا من طلعته والليل دجاء من وفرته

حضور ﷺ کے چہرہ انور کی درخشندگی سے صبح بیدار ہوئی اور حضور کے گیسوئے مبارک کے عکس سے رات سیہ پوش ہوئی۔

فاق الرسلا، فضلاً و علا و هدى السبلا بدلالته

آپ تمام انبیاء کرام پر فضل وبلندی کے لحاظ سے سبقت لے گئے اور لوگوں کو اپنی رہنمائی کے ذریعہ حق کی راہوں پر لگایا۔

كنز الكرم، مولي النعم هادى الامم بشريعته

حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی شرافت وسیر چشمی کا خزانہ ہے اور تمام نعمتوں کی مالک ووارث ہے۔ آپ ساری امتوں کو اپنی شریعت کے ذریعہ ہدایت دینے والے ہیں۔

ازكى النسب اعلى الحسب كل العرب فى خدمته

آپ دنیا میں سب سے پاکیزہ نسب والے ہیں اور خاندانی شرف کے لحاظ سے اعلیٰ ترین ہیں۔

سارے عرب آپ کے دریوزہ گر اور خدمت گزار ہیں۔

سعت الشجر، نطق الحجر شق القمر باشارته

اے آقا! آپ کے ایک اشارے پر درخت دوڑ پڑے، پتھر کو گویائی نصیب ہوئی اور ماہتاب دو لخت ہوا۔

جبریل اتی لیل الاسرا والرب دعاہ لحضرته

شب معراج جبریل امیں در دولت پر حاضر ہوئے اور رب کریم نے آپ کو اپنی حضوری میں طلب فرمایا۔

نال الشرفا والله عفا عما سلفا من امته

آپ نے رفعت کی بلندیاں پائیں اور رب مہربان نے آپ کی امت کے سابق گناہ بخش دیئے۔

فوسیلتنا هو سیدنا و العزلنا باجابته

ہمارے آقا! ہمارے لئے دین و دنیا کا وسیلہ ہیں ہماری سربلندی اور کامیابی آپ کے قبول فرمالینے میں ہے۔ یہ حضور خاتم النبیین، شفیع للمذنبین، محبوب رب العالمین ﷺ کی مبارک شخصیت کی عظمت اور تقدس کا کمال اور اس کلام پاک کا اعجاز تھا کہ جس کی تعلیم خداوند بزرگ و برتر نے انہیں دی کہ وہ اس کے ذریعہ مخلوقات خدا کو رشد و ہدایت کا راستہ دکھائیں۔ برطانیہ کی ایک نو مسلم خاتون بیگم سٹین مین نے اسلامی تعلیمات کا گہرا مطالعہ کیا اور عیسائیت کی تعلیم کے ساتھ اس کا تقابلی جائزہ لیا۔ آخر کار وہ اس نتیجہ پر پہنچی کہ اسلامی تعلیمات حق و صداقت کا ایک ایسا عظیم شہکار ہے کہ جس کی وہ چھوٹی عمر سے متلاشی تھی، وہ کہتی ہیں کہ دنیا میں کوئی دوسرا مذہب ایسا نہیں ہے جو اسلام کے مقابلہ میں زیادہ آسانی سے قابل فہم ہو۔ اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جو انسانی روح میں امن و سکون کا جذبہ متحرک کرتا ہے اور انسان کے اندر اطمینان کا جذبہ بیدار کر کے اس کی رہنمائی اس راستے کی طرف کرتا ہے جس میں دنیوی زندگی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سچی خوشی اور موت کے بعد نجات ابدی نصیب ہوتی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی مکمل ترین تخلیق ہے اور اس ندرت تخلیق کا شرف اسے روح کی عظمت کی وجہ سے حاصل ہوا۔ انسانی روح مسلسل کوشش کر رہی ہے کہ اسے عزو شرف کے بلند سے بلند تر مقام تک لے جائے۔ بلند پروازی کے اس سفر میں اس کی رہنمائی مذہب کرتا ہے۔ وہ

کہتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ اور انسان کے درمیان تعلقات کی نوعیت کیا ہے؟ اس سلسلہ میں میں نے کئی مفکرین کی آراء کا مطالعہ کیا ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ ذیل میں چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱: کارلائل اپنی کتاب "On Heroes" میں لکھتے ہیں:

"انسان کے دل میں جو اعتقاد جاگزیں ہوتا ہے وہی اس کا مذہب ہوتا ہے۔ مذہب ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جس کا سیدھا دل پر اثر ہوتا ہے۔ مذہب انسان کی منزل مقصود کا تعین کرتا ہے"۔

۲: چیسٹرٹن اپنی کتاب "If One Should Think" میں لکھتا ہے

"مذہب انتہائی بہترین جذبات پر زور دیتا ہے جس کا تعلق انسان کی اپنی اور دوسرے انسانوں کی زندگی کے ساتھ ہوتا ہے"۔

۳: امبروز بیرس اپنی کتاب "The Satan's Dictionary" میں لکھتے ہیں

"مذہب کی وساطت سے انسان وہ چیز جان جاتا ہے جو اسے معلوم نہیں ہوتی اور اسی کے ذریعہ انسان کے اندر خوف اور امید کا جذبہ کارفرما ہو جاتا ہے"۔

۴: ایڈمنڈ برک اپنی کتاب "The French Revolution" میں لکھتے ہیں

"تمام سچے مذاہب کی عام تعلیمات یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کی جائے۔ شرعی قوانین کا احترام کیا جائے۔ یوں وہ اپنے خالق کی محبت حاصل کرنے میں قریب ہو جاتے ہیں"۔

۵: سویڈن برگ اپنی تصنیف "Doctrine of Life" میں لکھتے ہیں

"مذہب کے معنی ہیں نیکی کا کام کرنا لہٰذا مذہب کی روح نیکی ہے"

۶: جیمز بیر ٹنگٹن اپنی کتاب "The Ocean" میں لکھتے ہیں

"ہر انسان کا مذہب کے ساتھ کسی نہ کسی انداز میں تعلق ہوتا ہے یہ تعلق یا تو خوف کی وجہ سے یا پھر اطمینان سے حاصل ہوتا ہے دنیا میں ہر انسان کو اچانک ایسے حالات سے آمنا سامنا کرنا پڑتا ہے جسے وہ جانتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی اس کی وضاحت کر سکتا ہے صرف مذہب ہی اسے واضح کر سکتا ہے اور انسان کے اندر ایک مخصوص عقیدے اور

اعتماد کا جذبہ پیدا کرتا ہے"۔

ان اقتباسات کا حوالہ دے کر محترمہ مسعودہ سٹین مین لکھتی ہیں کہ میں اس بات کی وضاحت کرنا چاہتی ہوں کہ میں کیوں اسلام کو دنیا کا مکمل ترین اور سچا مذہب سمجھتی ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ اسلام ایک خدا کی تلقین کرتا ہے نہ اسے کسی نے جنم دیا ہے اور نہ ہی اس نے کسی کو جنم دیا ہے اس جیسا کوئی دوسرا خالق نہیں ہے، کوئی دوسرا مذہب ایسا نہیں ہے جو اللہ جل جلالہ کی ہستی وحدانیت اور اس کی عظمت کا بیان ایسی شان و شوکت سے کرے جو اس ذات گرامی کے شایان شان ہو۔ اس کے بعد محترمہ سورہ بنی اسرائیل کی ۵۵ ویں آیہ کریمہ کے معانی بیان کرتی ہیں "جتنی مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے ان کا ٹھیک علم تو بس اللہ جل جلالہ کو ہے بہت سی دوسری سورتوں سے انہوں نے ذیل کے حقائق کا استنباط کیا ہے۔

۱: صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کائنات کا خالق ہے۔

۲: وہی ہمیشہ سے قائم ہے۔

۳: وہی ہمیشہ باقی رہے گا۔

۴: وہ سب کچھ دیکھتا اور جانتا ہے۔

۵: وہ ایک ایسا حقیقی منصف (جج) ہے جو انتہائی سچے فیصلے کرتا ہے۔

۶: وہ سب سے بڑا مددگار (حامی و ناصر) ہے۔

۷: وہ ایسا خالق ہے جو نہایت رحم کرنے والا ہے۔

۸: وہ بڑی فراخ دلی سے معاف کرنے والا ہے۔

وہ مزید لکھتی ہیں میں شاید صحیح انداز میں یہ امر واضح نہیں کر سکی کہ انسان کتنی خوش دلی کے ساتھ خالق کائنات کی طرف کھچا چلا جاتا ہے، وہ کس طرح اللہ جل جلالہ کے حضور پہنچتا چلا جاتا ہے اور وہ کس طرح اپنے آپ کو رب رحیم و کریم کے سپرد کر دیتا ہے۔ اللہ جل جلالہ کی عظمت و شان اور رحمت و کرم کا مختصر سا خلاصہ وہ یوں بیان کرتی ہیں۔

جب کوئی انسان ان مہتم بالشان اور وجد و کیف سے لبریز آیات کا مطالعہ کرتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ عظیم خالق و مالک پر ایمان نہ لے آئے اور دنیا کے مصائب و آلام سے نجات حاصل

کرنے کے لئے اس کی ذات عظمت مآب کے حضور پناہ نہ لے۔ کیا یہ انسان کے لئے باعث طمانیت و سکون نہیں ہے کہ وہ رحم کرنے والے خالق و مالک کی آگہی اور شعور کی روشنی سے روحانی لطف اٹھائے یہی روحانی کیف و مسرت تاحیات اس کی حفاظت کرے گی اور وہ اس کی بدولت صراط مستقیم پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گامزن رہے گا۔ اسلامی تعلیمات کی جامعیت کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتی ہیں کہ اسلام کی تعلیمات میں دوسرے مذاہب عالم کے تمام صحیح نقاط پائے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں جتنے اصول و ضوابط کی تعلیم دی گئی ہے وہ سیدھے سادھے، واضح دوسروں کو قائل کر دینے والے اور ہر ذہن کے انسان کے لئے قابل فہم ہیں۔ یہ حقائق انتہائی سچائی پر مبنی ہیں اگر ہم سچے معنوں میں یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان مسلسل رابطہ قائم کئے جائیں اور جسمانی اور روحانی عناصر کے درمیان ایک خوشگوار ہم آہنگی قائم کی جائے نیز موجودہ زندگی اور آئندہ آنے والی زندگی امن و سکون کا گہوارہ بن جائے تو اسلام کے دامن رحمت میں پناہ لینا ناقابل تردید حد تک لازمی ہے۔ لہٰذا ہماری جسمانی اور روحانی ترقی کا دارومدار اسلام کا مرہون منت ہے۔

عیسائیت نے اپنے آپ کو محض روحانیات اور ضمیر کی کفیات تک محدود کر رکھا ہے اور ہر انسان پر اس کی استطاعت سے کہیں بڑھ چڑھ کر روحانیت اور فرض شناسی کا بوجھ لاد دیا ہے۔ عیسائیت کا انسان کے متعلق عقیدہ ہے کہ یہ ایک گنہگار مخلوق ہے اور اس سے قوانین فطرت کے خلاف ایسے کفارے کا مطالبہ کرتا ہے جس کو وہ قطعاً نہیں سمجھ سکتا۔ اس کے برعکس اسلام کی بنیاد صرف محبت پر قائم ہے۔ عیسائیت کا انتہائی بصیرت افروز انداز میں تجزیہ کرتے ہوئے بیگم مسعودہ سٹین مین حقیقت سے پردہ یوں اٹھاتی ہیں:

"اگر قابل ترین سائنسدانوں کا ایک گروہ لوگوں کی مختلف النوع مزاجی کیفیات کا انتہائی گہرائی اور دقت نظر سے مطالعہ کرے تو شاید وہ عیسائیوں میں اللہ جل جلالہ کے ساتھ محبت کا انتہائی خفیف سا جذبہ دریافت کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ لیکن پھر سائنسدانوں کا وہی گروہ یاس انگیز حالت میں بیٹھ کر اس امر واقعہ پر سخت افسوس کرے گا کہ آج کل عیسائیوں میں محبت کا وہ ادنیٰ ترین جذبہ بھی کہیں مفقود ہو گیا ہے۔ شاید توہمات کے تھپیڑوں کی نذر ہو گیا ہے۔ یورپ کے ایک مفکر کالرج کے مطابق جو شخص عیسائیت سے بہت محبت کرتا ہے وہ آہستہ آہستہ عیسائیت سے برگشتہ ہو کر اپنے آپ سے بہت زیادہ

محبت کرنے لگتا ہے۔ بیگم سٹین مین کہتی ہیں کہ اسلام اس انداز فکر کے برعکس حکم دیتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی تعظیم کریں اور اس سے محبت کریں اور اس کے احکام پر عمل کریں۔ اس عمل کی حقانیت اور صداقت پر یقین کے ساتھ ساتھ وجوہات اور استدلال کو بھی بروئے کار لائیں۔

عیسائیت میں اب بھی سچائی کے کچھ عناصر باقی ہیں اس کے برعکس اسلام عبادت کے ہر عمل کی بنیاد حق و صداقت پر استوار کرتا ہے۔ اپنے اس دعوے کی دلیل کے طور پر وہ قرآن پاک کی سورہ یونس کی ۱۰۸ ویں آیت کا ترجمہ لکھتی ہیں۔ اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ قطع نظر رنگ و نسل تمام مخلوقات عالم کے متعلق مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں

"اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں سے کہہ دیں کہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق بات آ چکی ہے پس جس کسی نے راہ راست اختیار کی اس نے اپنے فائدے کے لئے ہی اس کو اختیار کیا ہے اور جو سیدھے راستے سے بھٹک گیا اس نے اپنا ہی نقصان کیا ہے۔ اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو کہہ دیں کہ میں تم پر محافظ کے طور پر مسلط نہیں کیا گیا ہوں"۔

بیگم مسعودہ آخر میں لکھتی ہیں

"مذکورہ حقائق کو جان لینے اور قرآن کریم کے منشاء اور مدعا کو مکمل طور پر سمجھ لینے کے بعد میں اس حقیقت کو خوب جان چکی ہوں کہ میرے تمام سوالات کے سچے اور تشفی بخش جوابات اسلام میں موجود ہیں۔ اس لئے میں نے برضاء و رغبت اسلام کو قبول کیا۔ اسلام نے مجھے سیدھا راستہ بتایا اور کارزار حیات کے پر فتن دور میں میری ہمت افزائی کی اگر کوئی چاہتا ہے کہ دنیا میں امن و چین اور سکھ اور آرام کا دور دورہ ہو اور دوسری دنیا میں نجات کا سامان ہو تو اسے چاہئے کہ وہ مشرف بہ اسلام ہو جائے۔

یہ ہیں ایک نو مسلم خاتون کے اسلام کے بارے میں ایمان افروز اور فکر انگیز تاثرات جو غیر مسلم حضرات کے لئے لمحہ فکریہ اور آج کل کے مسلمانوں کے لئے سرمہ بصیرت۔

نو مسلم خاتون مسعودہ سٹین مین کے بعد دیکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام مولانا عبدالباری معینی اجمیری نے حروف و معانی کے آئینہ میں محبت و عقیدت، فصاحت و بلاغت کے انمول موتی اس خوبصورتی کے ساتھ سجائے ہیں کہ دل کیف و نشاط اور جذب و شوق کے عالم میں رقص کرنے لگتا ہے، وہ یوں مدح سرا ہیں (باقی صفحہ ۴۹ پر ملاحظہ فرمادیں)

درود

پروفیسر خاطر غزنوی

سنو کہ ساری ثناؤں کا ہے وقار درود
پڑھو کہ نعت نبی کا ہے شاہکار درود

فضائے حب نبی کا حسیں نکھار درود
جزائے عشق پیمبر کی ہے بہار درود

صفائے قلب کا اک دلنشین وظیفہ ہے
ہمارے جذبوں کر کرتا ہے تابدار درود

جمال و شان و مقام محمد عربی
شعاع رفعت گفتار کردگار درود

کروں میں ان کا تصور تو روشنی دیکھوں
سنوں جو اسم محمد، پڑھوں ہزار درود

سکون روح کو ملتا ہے ذہن کو راحت
ہے قلب وجاں کے لئے صورت قرار درود

فراز عرش کہ مہمان! جہان کی والی!
تمام نبیوں کے سردار و تاجدار! درود

درود ان پہ پڑھا اور سعادتیں پائیں
ہٹا گیا میرے سینے سے سب غبار درود

سماعتوں میں چٹکنے لگے گلاب کے پھول
میرے ذہن کو عطا کر گیا بہار درود

یہ ہے تسلسل انوار آل ابراہیم
ازل کے حسن کا دیتا ہے اعتبار درود

ہمارے جذبہ ایماں کی پرورش اس سے
فروغ دیں کو بھی کرتا ہے پائیدار درود

وہ شام ہو کہ سحر، فکر ہو کہ ذکر رسول
خدا بھی بھیجتا ہے ان پہ بار بار درود

حضرت خواجہ خواجگان ولی الہند، غریب نواز، عطائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معین الدین چشتی سنجری ثم اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پروفیسر غلام سرور رانا
گورنمنٹ کالج لاہور

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست سوئے قطار می کشم ناقہ بے زمام را

تاریخ اس امر کا واضح ثبوت فراہم کرتی ہے کہ دنیا میں جب فسق و فجور اپنے عروج پر پہنچ جائے تو اس وقت انسداد و اصلاح ایک لازمی اور مسلمہ حقیقت بن کر ابھرتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پیغمبر مبعوث ہوتے رہے تاکہ خلق خدا کی رہبری ہو اور فسق و فجور جیسے ناسور وجود ہستی سے مٹ جائیں۔ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد انا خاتم النبیین لا نبی بعدی رسالت اور نبوت کا سلسلہ کلیتہً ختم ہو گیا۔ اب مخلوق خدا کی رہبری کے لئے اولیائے کرام، صوفیاء عظام اور صلحاء پیدا ہوں گے۔ ان میں بعض بہت ہی مشہور و معروف ہوئے اور بعض کم۔ اولیاء اللہ اپنی کرامات اور تصرفات کے باعث ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ ان میں سیدنا و مرشدنا زبدۃ السالکین امام العارفین مظہر العلوم الخفیہ والجلیہ منبع الفیوض والبرکات حضرت ابو الحسن علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت پیران پیر غوث صمدانی محبوب سبحانی شیخ میراں محی الدین سید عبد القادر جیلانی المعروف بہ غوث اعظم دستگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور خواجہ خواجگان ولی الہند عطائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت معین الدین چشتی سنجری اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اہم اور بلند و برتر مقام حاصل ہے۔ حضرت خواجہ خاصان خدا میں سے تھے جن کا سفر و حضر حیات و ممات غرض سب کچھ اللہ مجدہ کے لئے تھا۔ صوفی شاعر حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے

خواجہ خواجگاں معین الدین فخر کون و مکاں معین الدین

چھٹی صدی ہجری کے آغاز میں نیم وحشی تاتاریوں نے اسلامی دنیا پر مور و ملخ کی طرح یورش کر

دی جس کے اثرات سے شہروں کا امن و سکون، زندگی کا نظم و نسق، خانقاہوں کے اصلاحی و تبلیغی مراکز برباد ہو کر رہ گئے۔ یہ وہ دور تھا جب مصائب و آلام کے بادل اہل اسلام کو محیط تھے۔ ہر جگہ نت نئے فتنے جنم لے رہے تھے۔ خراساں و سیستان میں بربیت اور وحشت عروج پر تھی۔ رہزنی، قزاقی اور جدال و قتال عام تھا، فتنہ و فساد کی وجہ سے ملکی انتظام و انصرام شل ہو گیا تھا، سیاسی انتشار اور خانہ جنگی نے ملک کے امن و امان کو درہم برہم کر دیا تھا، سلطان محمد دوست سلجوقیہ کے آخری فرمانروا کو تاتاریوں کے ہاتھوں دو مرتبہ شکست فاش ہوئی۔ دوسری مرتبہ سلطان گرفتار ہو کر مارا گیا۔ اب وحشی تاتاریوں نے خراسان کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ تاہم برصغیر پاک و ہند پر اس کا کوئی اثر نہ تھا لیکن تاتاریوں اور مغلوں کی پے در پے حملوں کی لپیٹ میں بالآخر برصغیر بھی آکر رہا۔

"تاریخ فیروز شاہی" میں ضیاء الدین برنی رقمطراز ہیں کہ سارے عالم اسلام کا جوہر شرافت و فضیلت یہیں آگیا تھا اور اسلام کی فکری و روحانی قوت عملی تحریکات اور احیاء تجدیدی کا نیا مرکز بن گیا تھا۔ ۴۲۱ھ میں سلطان محمود غزنوی نے برصغیر پاک و ہند کو فتح کیا لیکن مستحکم و مستقل اسلامی سلطنت کا قیام شہاب الدین غوری کا مقدر تھا۔ روحانی تسخیر اور اخلاقی فتح کا سہرا حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند غریب نواز عطائے رسول مقبول ﷺ شیخ الاسلام معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے جو عمر بھر اشاعت توحید اور ترویج سنت مصطفوی ﷺ میں سرگرم عمل رہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے فسق و فجور کی فضا یکایک توحید و مساوات اور اسلامی اخوت میں بدل گئی اور لاکھوں بندگان خدا حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

ولادت مبارکہ : سلطان العاشقین، برہان العارفین، حجۃ الاولیاء، محیط الانوار، مخزن المعرفت والحقیقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ۱۴ رجب المرجب ۵۳۷ھ بروز دو شنبہ بوقت فجر حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ملال کے ٹھیک اکتیس ۳۱ سال بعد ہرات کے قریب خراسان و سیستان کے قصبہ سنجر میں نجیب الطرفین حسنی و حسینی خانوادہ میں متولد ہوئے۔ کسی نے تاریخ ولادت اس طرح کہی ہے

حضرت سید معین الدین ولی مقتدئی دیں، شاہ ہندوستاں

سال تولیدش بجو بدر منیر بعض سر و عارف صوفی بخواں

"تاریخ فرشتہ" جلد دوم صفحہ ۳۷۵ میں آپ کا مولد شریف بلدہ بجستان تحریر ہے۔ "تزک جہانگیری" میں صفحہ نمبر ۲۴ میں اس طرح تحریر ہے:

"مولد آنجناب از سیستان است، ازیں جہت ایشاں را سنجری نویسند کہ مقرب سنجری است"

آپ کے والد بزرگوار حضرت خواجہ غیاث الدین حسن رحمۃ اللہ علیہ شہر کے رئیس تاجر اور باثر شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کا اسم گرامی معین الحق والدین ہے۔ والدہ کا نام نامی سیدہ ام الوریٰ ماہ نور خاص الملیحہ تھا۔ والدہ ماجدہ کی طرف سے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور والد بزرگوار کی طرف سے سلسلہ نسب سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ سنجر میں اقامت پذیری اور ولادت مبارکہ کے باعث آپ کو سنجری بھی کہا جاتا ہے۔ عرب سیستان کو بجستان کہتے ہیں، اسی نسبت سے خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو سنجری بھی کہا جاتا ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

خواجہ معین الحق والدین بن غیاث الدین بن کمال الدین بن سید احمد حسن بن سید طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن سید محمد مہدی بن امام حسن عسکری بن امام تقی بن امام موسیٰ رضا بن امام جعفر بن محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن سید الکونین امام حسین بن علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ابتدائی حالات: آپ کے دور میں ملاحدہ باطنین اور خطائی ترکوں کے ہاتھوں آپ کا وطن عزیز نیست و نابود ہو رہا تھا۔ آپ کے والد بزرگوار چشت سے منتقل ہو کر خراسان تشریف لے آئے تھے۔ آپ نے ان کے ساتھ خراسان میں ذریعہ معیشت باغبانی اختیار کر لیا تھا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار کا انتقال پر ملال نیشاپور میں ۵۴۵ ہجری میں ہوا۔ انہوں نے اپنے فرزند ارجمند کے لئے ایک باغ اور ایک پن چکی ترکہ میں چھوڑی۔ آپ باغ کا سارا کام کاج بنفس نفیس سرانجام دیا کرتے تھے۔ ایک روز اپنے کام میں مگن تھے، ایک صاحب حال مجذوب کامل حضرت ابراہیم قندوزی رحمۃ اللہ علیہ باغ میں وارد ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی خاطر مدارت کی اور انگوروں کا ایک خوشہ پیش خدمت کیا مگر انہوں نے اسے تناول فرمانے سے انکار کر دیا۔ بعض روایات میں منقول ہے کہ انہوں نے چند دانے تناول فرمانے کے بعد کھل کا ایک ٹکڑا جیب سے نکالا اور چبا کر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے

دہن میں ڈال دیا جس سے آپ کا قلب مبارک منور ہو گیا۔ عشق الٰہی طبیعت میں گھر کر گیا تھا۔ چنانچہ زندگی میں یکسر ہی تغیر رونما ہو گیا اور سینہ انوار الٰہی کا گنجینہ بن گیا۔ اب عشق الٰہی کا بے پایاں سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ حضرت ابراہیم قندوزی کے تشریف لے جانے کے بعد آپ نے زندگی کا اثاثہ باغ اور پن چکی فروخت کر کے ساری رقم فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دی۔ یہ سب کچھ مجذوب کامل کی خصوصی نظر کا نتیجہ تھا اس سلسلے میں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اے رفیق کوئے زاہد از من سر و سامان مجوئے   خاک شد در راہ خوباں ہر سر و ساماں کہ بود

تحصیل علوم اور سلسلہ طریقت: بچپن کا سارا زمانہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے والدین کے سایہ عاطفت میں گزارا اور ابتدائی دینی تعلیم سے بہرہ ور ہوئے۔ اب والدہ محترمہ سے اجازت لے کے تحصیل علم کے لئے سمرقند و بخارا تشریف لے گئے کیونکہ اللہ جل مجدہ نے آپ کے دل میں یہ بات جاگزیں کر دی تھی کہ

بے علم نتواں خدا را شناخت

اس وقت عمر مبارک صرف پندرہ برس کی تھی۔ سفر انتہائی خطرناک تھا، بھوک پیاس اور رہزنوں کے خوف کے باوجود عزم صمیم میں کوئی فرق نہ آیا۔ سمرقند و بخارا ان ایام میں علوم و فنون کے مراکز تھے جہاں جید علماء و فضلا شیوخ اور ہزارہا متلاشیان علم کو فیض پہنچا رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا شرف الدین کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا، قرآن پاک حفظ کیا، مولانا کی خصوصی توجہ سے علوم ظاہری نہایت ہی عاجلانہ طور پر حاصل کر لئے۔ مابعد بخاری میں حضرت مولانا حسام الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذے میں شریک ہو گئے۔ چند ہی سالوں میں فقہ، تفسیر، حدیث اور علوم معقول و منقول کی تکمیل کر لی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قیام بخارا میں پانچ سال تک رہا۔ اب القائے ربانی سے آپ کے دل میں مرشد کامل کی تلاش کا جذبہ و شوق اجاگر ہوا۔ چنانچہ سمرقند سے عراق اور وہاں سے نیشاپور کے ایک قصبہ ہراون میں قیام پذیر ہوئے اور ۵۶۲ھ میں شیخ الشیوخ حضرت عثمان ہارونی (ہراوانی) کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بیعت کی نعمت عظمیٰ سے مشرف ہوئے۔ مرشد پاک نے مرید کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا "ترا بخدا رسانیدم و مقبول او گردانیدم"

بعد کلاہ چہار ترکی عطا فرمائی۔ یہ واقعہ "انیس الارواح" میں مذکور ہے۔ بیعت کے بعد حضرت خواجہ نے مرشد کامل کی خدمت کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ بیس سال کی مدت مدید سفر و حضر میں شیخ طریقت کے ساتھ گزاری، سخت مجاہدات اور ریاضتیں کیں، مسلسل ہفتہ بھر روزہ رکھا، دو تائی جامہ زیب تن کرتے اور جب پھٹ جاتا تو اسے خود ہی پیوند لگایا کرتے تھے۔ شیخ کامل کا سامان خود اٹھاتے۔ چنانچہ پیرو مرشد نے آپ پر ناز کرتے ہوئے فرمایا "معین الدین محبوب خدا است و مرا فخر است بر مریدی او" یعنی معین الدین خدا کے محبوب ہیں مجھے ان کی مریدی پر فخر ہے۔

سب سے پہلے چشتی شیخ جنہوں نے برصغیر پاک و ہند کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا وہ خواجہ ابو محمد چشتی تھے جو خواجہ ابو احمد چشتی کے فرزند و خلیفہ تھے۔ آپ خواجہ ابو اسحاق شامی کے خلیفہ اعظم اور راجہ ناصر الدین ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ و مرشد تھے۔ خواجہ ناصر الدین ابو یوسف خواجہ قطب الدین مودود کے شیخ تھے اور وہ حاجی شریف زندنی کے جن کے خلیفہ حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

زیارت حرمین طیبین اور حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی براہ راست نوازشات:

اب حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے حج بیت اللہ شریف کا عزم کی، آپ بھی ہمراہ تھے۔ بیت اللہ شریف کے طواف سے فراغت کے بعد میزاب رحمت کے نیچے حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ ربوبیت میں آپ کی مقبولیت کے لئے عرض کی۔ اسی وقت ہاتف غیب نے ندا دی "معین دوست ماست او را قبول کردم و برگزیدم" یعنی معین الدین ہمارا دوست ہے ہم نے اسے قبول فرمایا اور عزت بخشی" حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ آپ حج بیت اللہ شریف سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور سرکار ابد قرار جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضری دی۔ حضور غریب نواز نے نہایت ہی عاجزانہ اور انکسارانہ انداز میں بصد ادب و احترام بارگاہ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام پیش کیا "الصلوٰۃ والسلام علیکم یا سید المرسلین و خاتم النبیین" روایت ہے کہ روضہ اقدس سے آواز آئی۔ وعلیکم السلام یا قطب المشائخ بعینہ جس طرح مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی روضہ اطہر سے ندا آگئی تھی اس کا اظہار انہوں نے والہانہ جذبے کے ساتھ اپنی ایک نعت میں اس طرح کیا ہے

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش خدایا ایں کرم بار دگر کن

حضرت خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کو اسی رات حضور پر نور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت عالم رویا میں نصیب ہوئی۔ جس میں آپ کو بر صغیر پاک و ہند کی ولایت تفویض فرمائی گئی اور تبلیغ اسلام کا حکم بھی صادر ہوا۔

بارگاہ آقائے نامدار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرفراز ہونے کے بعد مرشد کامل واکمل نے بھی ۵۸۲ ہجری میں خرقہ خلافت عظمیٰ عنایت فرمایا۔ خرقہ مصلیٰ نعلین چوبی اور عصا عنایت فرمائے پھر یوں لب کشا ہوئے۔ یہ ہمارے بزرگان عظام و مشائخ طریقت کی نشانیاں ہیں خود کو اس کا اہل ثابت کر کے ان کا نام زندہ و تابندہ رکھنا اور انہیں ایسے سالکین کے سپرد کرنا جو واقعی اس میدان کے شہ سوار ہوں اور حضرت خواجہ خواجگان کے سر مبارک پر کلاہ چہار ترکی رکھ کر حضرت حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ کا درج ذیل زریں قول بیان فرمایا

"مراد از کلاہ چہار ترک است اول ترک دنیا، دوم ترک عقبیٰ و سوائے ذات حق مقصود دیگر سوم ترک خورد خواب مگر قدرے برائے سدرق است کے از ضروریات است چہارم ترک خواہش نفس یعنی ہر چہ بگوید خلاف آں کنی و ہر کہ ایں چہار چیز ترک کند پوشیدن کلاہ چہار ترکی باو سزا وار است"

ترجمہ: کلاہ چہار ترکی سے مراد چار ترک ہیں: اول ترک دنیا، دوم ترک عقبیٰ یعنی اخروی نعمتوں کی طرف بھی متوجہ نہ ہو بلکہ ذات الٰہی کی رضا کے سوا اور کوئی غرض نہ رکھے۔ سوم سونے اور کھانے کو ترک کرنا مگر صرف اس قدر کہ جس سے زندگی قائم رہے (یعنی کم کھائے اور کم سوئے) چہارم خواہش نفس کا ترک کرنا یعنی نفس کے خلاف عمل کرنا اور جو ان چار چیزوں کو ترک کرتا ہے وہی کلاہ چہار ترکی پہننے کا اہل ہے۔ چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ خرقہ مقدس زیب تن فرمایا تھا زہد و فقر اختیار فرمایا تھا بعد یہ سلسلہ جاری و ساری رہا۔ حضرت حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ تک یہ سلسلہ پہنچا۔ آپ نے بھی اس پر عمل فرمایا تم بھی انہیں حضرات کاملین کی پیروی کرو۔ دوسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ مخلوق خدا کے ساتھ مہربانی و نرمی سے پیش آؤ۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی نور اللہ مرقدہ نے اپنے پیر کامل و اکمل کی ان نصائح کو حرز جان بنایا اور اپنی ساری زندگی عبادت الٰہیہ اور مخلوق خدا کی خدمت میں صرف کر دی اور کمال کے اعلیٰ درجات پر فائز المرام ہوئے۔ حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ آخری عمر میں مکہ مکرمہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے اور

اسی مقدس و منور شہر میں ۶ شوال ۶۰۷ھ میں رحلت فرمائی۔

سیر و سیاحت و بزرگان دین سے ملاقات: خرقہ خلافت کے حصول کے بعد بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت کی۔ بغداد شریف میں حضرت پیران پیر محبوب سبحانی قطب ربانی شہباز لامکانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کی۔ دونوں بزرگان دین ایک ہی حجرے میں تین ماہ تک درود و وظائف اور حالت اعتکاف میں خدا کی یاد میں مگن رہے۔ اب بھی یہ حجرہ اسی طرح موجود ہے۔ شیخ اوحد الدین کرمانی شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی جیسے عظیم المرتبت اور صاحب حال بزرگوں سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تبریز میں شیخ ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ، ہمدان میں شیخ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور اسی طرح حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ذوق و شوق سے بھی شرف اندوز ہوئے۔ اصفہان تشریف لے گئے تو مشہور و معروف بزرگ کامل و اکمل شیخ محمود اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ غزنی میں حضرت عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم ہستی سے کسب فیض کیا۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اصفہان میں موجود تھے جو وہیں حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ دوران سفر استر آباد میں حضرت ناصر الدین سے ملاقات کا نیاز حاصل ہوا بعدہ ہرات اور سبزوار بھی تشریف فرما ہوئے۔

بر صغیر تشریف آوری: جب آپ عازم پاک و ہند ہوئے اسوقت چالیس درویش ہمراہ تھے۔ غزنی میں ۵۸۲ھ تا ۵۸۸ھ قیام فرمایا۔ آپ اسی سال غزنی سے سیدھے ملتان رونق افروز ہوئے۔ یہاں غزنی حکومت کا دور دورہ تھا۔ جنوب میں جے ہند اور مغرب و جنوب میں پرتھوی راج کی حکومت تھی۔ اس کا ستارہ اقبال آپ کے سامنے ہی غروب ہوا۔ قلمرو ولایت کے پاسبان اعظم سیدنا مرشدنا زبدۃ السالکین و عارفین حجۃ الکاملین مظہر العلوم الخفیہ والجلیہ حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کے آستانہ عالیہ پر چالیس روز تک اعتکاف کیا اور میرے داتا کے فیض سے مالا مال ہوئے۔ اس وقت یہ سرزمین کفر و شرک سے معمور تھی۔ ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ لاتعداد انسان جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے۔ روشنی کی کوئی کرن کہیں دکھائی نہ دیتی تھی۔ آپ نے دو ماہ پیدل سفر کر کے اجمیر شریف کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا، یہی جگہ

اس دور کا اہم سیاسی و مذہبی مرکز تھی۔

لاہور سے اجمیر شریف کے راستے میں بھی تبلیغ اسلام کے اہم فریضہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ چنانچہ سات سو ہندو حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ چالیس درویشوں کی بابرکت جماعت کی معیت میں آپ اجمیر شریف پہنچے۔ اجمیر شریف پر تھوی راج چوہان کی راجدھانی تھی۔ ناقوس کی آوازیں گونج رہی تھی اور تشدد کے دیوتا فرزندان توحید کو جہاں کہیں پاتے ان کے خون سے اپنی پیاس بجھاتے۔

حضرت خواجہ اجمیری نے کھلے میدان میں ڈیرہ جمالیا اور شمع محمدی ﷺ کو روشن کیا۔ روحانی طاقت کا یہ عالم تھا کہ صبح صادق سے شام کاذب تک مخلوق خدا دیدارِ پُر انوار سے اپنی آنکھیں روشن کر رہی تھی جس پر ایک نظر پڑ جاتی مشرف بہ اسلام ہو جاتا۔

ظہور کرامات: سب سے پہلے آپ اجمیر شریف کے قریب اناساگر جھیل پر درختوں کے سائے میں ٹھہرے۔ وہاں کے راجہ نے ملازمین نے آپ کو اٹھادیا کہ یہ جگہ راجہ کے اونٹوں کے لئے مخصوص ہے۔ آپ یہ فرماتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ اچھا راجہ کے اونٹ اب بیٹھے رہیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اونٹ بیٹھنے کے بعد اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ شتربانوں نے ہر طرح سے کوشش کی اور مختلف تدابیر اختیار کیں لیکن وہ حضرت خواجہ کے حکم کے سامنے بالکل ہی بے بس تھے۔ آخر کار گستاخ اور بدکلام ملازمین کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ راجہ سے مشورہ کر کے حضرت خواجہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مودبانہ طور پر نہایت ہی عاجزانہ طور پر معافی کے خواستگار ہوئے۔ آپ کو ان پر رحم آگیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا "جاؤ تمہارے اونٹ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کھڑے ہوں گے" چنانچہ جب شتربان لوٹ کر آئے تو انہوں نے اونٹوں کو اٹھایا تو وہ فی الفور اٹھ کھڑے ہوئے، اجمیر شریف میں یہ آپ کی سب سے پہلی کرامت تھی۔

روایت ہے کہ اناساگر تالاب سے مسلمانوں نے نہانا دھونا اور وضو کرنا شروع کر دیا لیکن چھوت چھات اور ہندوؤں کے عقائد پر یہ ایک ضرب کاری تھی چنانچہ کہا گیا کہ اناساگر کا پانی استعمال نہ کیا جائے۔ اس پر آپ نے اناساگر کا سارا پانی اپنے ابریق میں قدرت کاملہ کی ودیعت کی ہوئی کرامت سے بھر لیا اور اناساگر خشک ہو گیا۔ اب انسان، جانور چرند، پرند پیاس سے نڈھال ہونا شروع ہو گئے اس

طرح جو ملازمین اپنے عقیدے کے تحت آپ کا پانی بند کرنے پر تلے ہوئے تھے اب منت سماجت کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اولیاء اللہ کسی سے بدلہ نہیں لیتے بلکہ رحم دل ہوتے ہیں۔ آپ نے فوراً ابریق کا پانی اناساگر میں انڈیل دیا جس سے وہ پہلے کی طرح ٹھاٹیں مارنے لگ گیا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ﷺ نے آپ کو ملک المشائخ اور سلطان السالکین قطب الاولیاء شمس الفقراء کے لقب سے یاد فرمایا، میر خورد نے آپ کی ذات اقدس کو نائب رسول اللہ فی الہند سے ملقب کیا۔

ابطال سحر اور غلبہ اسلام: اجمیر شریف میں حضور خواجہ ﷺ کی تشریف آوری سے ہندو پنڈت اور سیاسی حکمران بہت بری طرح بے چین تھے۔ انہوں نے پرتھوی راج کی خدمت میں اس پریشانی کا تذکرہ کیا۔ وہ پہلے ہی حضرت خواجہ کی تبلیغی سرگرمیوں سے خائف تھا کیونکہ وہ ان تمام معجزات کو اپنی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ تصور کر رہا تھا اور متعدد دفعہ حضرت خواجہ خواجگان کی اقامت پذیری میں بھی مزاحم ہوا تھا۔ اس سلسلہ میں اس نے ہندو جوگیوں کی خدمات بھی حاصل کیں تاکہ وہ اپنے سحر سے حضرت خواجہ کو مغلوب کریں لیکن بے سود۔ چنانچہ اب سب سے بڑے مہنت رام دیو کو آپ کے مخالف کیا تاکہ وہ کسی طرح ان درویشوں سے نجات دلائے۔ وہ ہندو دھرم کے خلاف اس پرچار سے یکسر بیزار تھا۔ رام دیو بڑا تنومند جوان تھا اور سفلی قوتوں پر عبور رکھتا تھا۔ فی الفور اٹھ کر ہندوؤں کے انبوہ کثیر کے ساتھ حضرت خواجہ کے پاس چلا گیا مگر خواجہ کی نظر کیمیا اثر نے اسے بالکل تبدیل کر دیا۔ شکار کرنے آیا تھا لیکن خود شکار ہو کر چلا گیا۔ قدموں پر سر رکھا اور اسلام قبول کر لیا۔ تمام ہندو اس واقعہ سے حیران و ششدر رہ گئے۔ اس کا نام خواجہ خواجگان معین الدین چشتی اجمیری ﷺ نے رام دیو کی بجائے شادی دیو رکھ دیا۔ یاد رہے کہ جہاں پر اب حضرت ﷺ کی درگاہ اقدس ہے یہ اس کی ملکیت تھی۔ یہ قطعہ زمین اس نے حضرت خواجہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ شادی دیو کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد ہندوؤں نے جے پال جوگی کو حضرت خواجہ کے ساتھ مقابلہ پر اکسایا، نور توحید اور ظلمت سحر کے درمیان معرکے ہوئے لیکن حضرت خواجہ اپنی روحانی قوت سے اس پر غالب آئے، جے پال آپ کی عظمت سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا اور بیعت کر کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا۔ اب رائے پتھورا کی آتش غضب اور بھڑک اٹھی اس نے اہل دربار سے برہمی اور نخوت کے الفاظ میں کہا: "اس شخص (خواجہ) کو کیا حق ہے؟ وہ یہاں آیا ہے طرح طرح

کے کرشمے دکھا کر لوگوں کو گرویدہ بنا رہا ہے اور گمراہ کرتا ہے" اس کافرانہ تبصرے پر حضرت غریب نواز نے فرمایا: رائے پتھورا را زندہ گرفتہ بہ دست شاہ مسلمانان داریم"

آپ کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی۔ سلطان معزالدین محمد بن سام نے پتھورا کے خلاف ۱۱۹۱ء اور ۱۱۹۲ء میں دو مرتبہ فوج کشی کی، آخری حملہ ترائن تراوڑی کے میدان میں شہاب الدین کی سرکردگی میں ہوا جس میں مسلمان افواج نے پرتھوی راج کو شکست فاش دی۔ پرتھوی راج اس جنگ میں مارا گیا۔ آپ کی پیش گوئی حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی۔ اس طرح ہندوؤں کی سیاسی اور فوجی قوت نیست و نابود ہو گئی اور خواجہ صاحب کی کوششوں سے اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔

کیا تھا ہند کو تاریک جب باطل کی زشتی نے　　اجالا کر دیا آ کر معین الدین چشتی نے

(جاری ہے)

بقیہ: شہہ لولاک ﷺ مشاہیر کی نظر میں

الصلوٰۃ اے باعث تکوین و ختم المرسلین　　السلام اے صدر بزم اولین و آخرین
الصلوٰۃ اے صورت معنی و طٰہٰ الصلوٰۃ　　السلام اے حامل قرآں ھدی للمتقین
الصلوٰۃ اے ناسخ توریت و انجیل و زبور　　السلام اے حامل قرآن ھدی للمتقین
الصلوٰۃ اے آستانت قبلہ گاہ جان و دل　　السلام اے ذات پاکت کعبہ ایمان و دین
الصلوٰۃ اے فرشیاں را آیہ رحمت توئی　　السلام اے عرشیاں را نیز برہان مبین
الصلوٰۃ اے شرح ما اوحی لب ارشاد تو　　السلام اے حجرہ تو مکتب روح الامین
الصلوٰۃ اے جادہ کویت صراط مستقیم　　السلام اے خاک راہت سرمہ چشم یقین
الصلوٰۃ اے گوہر گنجینہ پیغمبری　　السلام اے شہر یار و تاجدار سروری

آخر میں انتہائی خوبصورت میں یہ محبت آفریں اشعار سماعت فرمائیے

بمقامیکہ نشان کف پائے تو بود　　سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

ایک عاشق رسول ﷺ اردو زبان میں یوں مدح سرا ہیں

چمن میں سب سے شگفتہ جو پھول ہوتا ہے　　سنا ہے صدقہ پائے رسول ہوتا ہے

(جاری ہے)

حضرت حافظ مولانا مولوی عبد الحمید نقشبندی قادری مرحوم

سید محمد انور شاہ قادری
لائبریرین گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ۱، پشاور شہر

تحریک پاکستان کے دوران سیاسی سرگرمیاں عروج کو پہنچیں تو ان ایام میں دینی و مذہبی جوش و خروش بھی قابل دید تھا۔ پاکستان کا مطلب کیا "لا الہ الا اللہ" کے نعرے نے مسلمان قوم کو اپنے مذہب سے قریب تر کر دیا تھا۔ اسی عرصہ میں پشاور میں ماہ رمضان المبارک کے دوران شبینوں کا بہت چرچا ہوا اور ان کی بدولت دو حفاظ کرام کو لازوال شہرت حاصل ہوئی جنہوں نے گذشتہ صدی کے دو حفاظ پشاور حضرت حافظ دراز اور جناب حافظ سرمد کی یادیں تازہ کر دیں۔ ان میں سے ایک حافظ سید علم الدین شاہ صاحب چشتی گولڑوی تھے جن کا تعلق خانوادہ سادات بخاریہ وڈپگہ سے تھا اور دوسرے حضرت حافظ عبد الحمید نقشبندی وزیر آبادی ثم پشاوری تھے۔

حافظ عبد الحمید صاحب قرآن حکیم کے جید حافظ و قاری ہونے کے علاوہ علوم قدیم و جدیدہ پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ تمام عمر درس و تدریس کے پیشے سے منسلک رہے۔ پشاور شہر کے تقریباً نصف سے زائد طلباء و طالبات بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر آپ کے شاگرد ہیں۔

ولادت: حافظ عبد الحمید صاحب ۲ جنوری ۱۹۰۲ء بروز بدھ وزیر آباد میں حضرت قاضی وارث علی صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب دس واسطوں سے حضرت شیخ اللہ داد الملقب بہ سری سقطی ثانی حجازی قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے مل جاتا ہے جو عہد شاہجہان میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے حجاز مقدس سے وارد ہند ہوئے اور گجرات کے ایک گاؤں گندھرہ میں قیام فرمایا، آپ کی آخری آرامگاہ اسی مقام پر ہے۔

تعلیم: حافظ صاحب ابھی چار سال کے تھے کہ والد ماجد انتقال کر گئے اور آپ کی تعلیم و تربیت

پھوپھی زاد بھائی خواجہ مرید صابر کے زیر سایہ ہوئی۔ انہوں نے آپ کو وزیر آباد کے ایک معروف سکول وی ڈی جی ہائی سکول میں داخل کروادیا جہاں پر آپ نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم : میٹرک کے بعد آپ نے مرے کالج سیالکوٹ میں داخلہ لیا۔ یہاں پر آپ کو قابل ترین اساتذہ سے اکتساب علم کا موقع ملا۔ عربی و فارسی آپ نے جناب مولوی میر حسن صاحب جیسے باکمال ہستی سے پڑھی جو علامہ اقبال کے بھی استاد رہے تھے۔ کالج کے بعد بھی آپ نے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کی قابلیت کا اندازہ درج ذیل تعلیمی ریکارڈ سے کیا جاسکتا ہے۔

ایف اے' جے وی (پی ٹی سی)، ایس وی (سی ٹی)، بی اے، بی ایڈ، ایم اے (عربی)، ایم اے (ریاضی) ایم اے (فلسفہ)

دینی تعلیم : علوم جدیدہ کے علاوہ علوم دینیہ کے حصول پر بھی آپ نے بھرپور توجہ دی اور بچپن میں ہی دینی تعلیم کے حصول کے لئے سیالکوٹ کی مرکزی جامع مسجد کے امام و خطیب حضرت مولانا مولوی نور عالم صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے علم منقول و معقول حاصل کیا۔ موصوف کو سیالکوٹ کا عبدالحکیم ثانی کہا جاتا تھا اور روحانی طور پر حضرت میر حسین شاہ آلو مہاری کے فیض یافتہ و تربیت یافتہ تھے۔

مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد جناب عبدالحمید صاحب کو حفظ قرآن کا شوق دامن گیر ہوا اور آپ نے حضرت حافظ احمد دین چشتی وزیر آبادی سے قرآن مجید حفظ کیا۔ بعد ازاں بدر الحفاظ حافظ محمد رمضان چشتی نقشبندی سیالکوٹی سے دو سال تک دور کر کے پورا عبور اور ضبط حاصل کیا۔ قرأت اور تجوید کی کتابیں حضرت قاری غلام محی الدین قصوری سے پڑھیں جو ١٩١٤ء سے ١٩٢٢ء تک مسجد داتا دربار لاہور میں بھی درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اگرچہ آپ نے تمام علوم مرکزی مسجد سیالکوٹ میں حاصل کئے لیکن اس زمانہ میں وہاں علوم دینیہ کی سندات کا رواج نہیں تھا چنانچہ آپ نے درج ذیل سندات مختلف ماہرین فن اساتذہ سے استحضار علم کے بعد حاصل کیں۔

١: سند قرأت و تجوید : قاری عبدالسلام بخاری طورہ قل بائے پشاور شہر سے حاصل کی۔

٢: فاضل دینیات : جامعہ مہربانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ۔

۳: فاضل درس نظامی: جامعہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ۔

۴: سند حدیث: پشاور کے جلیل القدر عالم دین شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا گل فقیر احمد صاحب چشتی گولڑوی سے صحاح ستہ کا دورہ کرنے کے بعد سند حدیث حاصل کی جو "ثبت میری مصری" کے نام سے معروف ہے۔

بیعت طریقت: آپ بچپن میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کر کے مجاہدات و ریاضات کرتے رہے پھر حضرت سید نور بادشاہ صاحب سے چاروں سلاسل قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ میں اکتساب فیض کی۔

ملازمت: حافظ صاحب نے ۱۹۲۰ء میں ایف اے کے بعد ہائی سکول سیالکوٹ میں معلم کی حیثیت سے کام شروع کیا پھر ہزارہ میں ہائی سکول بفہ میں پڑھاتے رہے یہاں سے آپ کو ٹیچرز ٹریننگ کالج ملتان بھیجا گیا اور ٹریننگ کی تکمیل کے بعد صوابی میں تقرر ہوا، وہاں سے ہوں تبادلہ ہو گیا۔

ورود پشاور: ہوں سے ۱۹۲۹ء میں آپ فورتھ ماسٹر کی پوسٹ پر گورنمنٹ ہائی سکول پشاور (موجودہ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ۱، پشاور شہر) آگئے۔ یہاں پر علامہ مشرقی کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا اور آخر کار ۱۹۵۹ء میں گورنمنٹ ہائی سکول چمکنی سے آپ کی ملازمت اختتام کو پہنچی اور ریٹائرمنٹ کے بعد پشاور کے ایک پرائیوٹ تعلیمی ادارے سینڈرڈ پبلک ہائی سکول کے پرنسپل مقرر ہوئے۔

دینی خدمات: آپ نے تمام عمر درس و تدریس اور اشاعت اسلام میں بسر کی۔ طلباء میں علمی و ادبی ذوق پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے دل و دماغ میں دینی حرارت اور محبت و اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات بھی بیدار کرتے رہے اور جہاں بھی رہے رمضان المبارک میں شبینوں کا اہتمام کیا۔ آپ نے سب سے پہلا ختم قرآن رمضان المبارک میں ہائی سکول بفہ ہزارہ میں سنایا، دوسرا ختم ملتان ٹیچرز ٹریننگ کالج میں، تیسرا ہوں میں اور پشاور میں تو چار چار پانچ ختم قرآن سناتے رہے۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں عام طور پر موضع وڈپگہ میں حضرت قطب الاقطاب سید فتح محمد شاہ صاحب بخاری المعروف غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس سے ملحق مسجد میں جناب سید علم الدین شاہ

صاحب بخاری کی معیت میں ختم قرآن شریف کرتے۔ پشاور میں مسجد مولانا گل فقیر احمد کے علاوہ حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ پشاور، حضرت سخی سلطان شاہ (اٹک) اور گجرات میں شیخ اللہ داد المعروف سری سقطی ثانی گندھروی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات سے ملحق مساجد میں ختم قرآن سناتے رہے۔

قیام پاکستان سے قبل ایک مرتبہ گورنمنٹ ہائی سکول پشاور کے ہیڈ ماسٹر چیلارام کی شکایت پر آپ کو چارسدہ تبدیل کر دیا گیا۔ چنانچہ آپ علی الصبح سائیکل پر چارسدہ روانہ ہو جاتے اور سکول پہنچنے تک راستے میں پندرہ پارے پڑھ لیتے اسی طرح پندرہ پارے واپسی پر پڑھتے اور روزانہ ایک قرآن مجید ختم کر لیتے۔

علم مناظرہ: حافظ صاحب علم مناظرہ میں نہایت مشاق تھے اور علم کلام میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔ قوت استدلال پر آپ کو خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ اس سلسلہ میں منطق کی ابتدائی کتب آپ نے سیالکوٹ کی مرکزی مسجد میں پڑھی تھیں اور مرے کالج سیالکوٹ میں مسٹر امرناتھ جیسے باکمال استاد سے فلسفہ و منطق کے مضامین پڑھے۔ موصوف طلباء کی ذہنی صلاحیتوں اور قوت استدلال کو جانچنے کے لئے باقاعدہ بحث و مباحثہ کی محافل کا انعقاد کرتے جن میں حافظ صاحب اپنی خداداد قابلیت کے باعث اپنے مخالفین پر چھا جاتے۔ چنانچہ عملی زندگی کے دوران بھی اس مہارت و صلاحیت کے ذریعہ آپ نے بہت سے تعلیم یافتہ حضرات کے لادینی نظریات کی اصلاح کی اور ان کے دلوں میں دین مبین کی حقانیت کو راسخ کیا۔ نیز عقائد حقہ اہل سنت کی اشاعت میں بھی اس فن سے بھرپور کام لیا اور جہاں کہیں اہلسنت کے مسلمہ عقائد کے خلاف کوئی "گل افشانی" کرتا، حافظ صاحب فوراً اس کا تعاقب کرتے۔ ایک مرتبہ پشاور کی جامع مسجد گنج علی خان کے امام مولانا عبدالمجید نے درود تاج شریف کے خلاف ہرزہ سرائی کی اور لوگوں کو اس کے ورد سے منع کرنے لگا تو حافظ صاحب نے اس کے ساتھ ایک طویل مناظرہ میں درود تاج شریف کی حقانیت ثابت کی اور مولوی صاحب چونکہ دیوبند مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے اس لئے اس کی مزید اصلاح کے لئے دارالعلوم دیوبند (بھارت) سے درود تاج شریف کے جواز پر ایک فتویٰ منگوایا اور اسے شائع کر کے عوام کے علاوہ مولوی صاحب کی خدمت میں بھی پیش کیا۔

محترم جناب محمد اقبال صاحب معلم گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ۱، پشاور شہر وامام وخطیب مسجد سیٹھیان پشاور نے اس مناظرے کے چشم دید واقعات بیان کرتے ہوئے بتایا:

یہ مناظرہ مسجد قاسم علی خان پشاور میں ہوا، اس موقع پر ہم چار آدمی (آغا سید اکبر شاہ مرحوم ساکن محلہ صاحبزادہ فضل حق، عبد اللطیف چشتی مرحوم ساکن محلہ چاہ کالا، مولانا شمس الحق امام مسجد زرگراں محلہ باقر شاہ اور جناب محمد اقبال) حافظ عبد الحمید صاحب کے ساتھ کتابیں اٹھائے مسجد قاسم علی خان روانہ ہوئے۔ حافظ صاحب نے اپنی سائیکل مسجد کے باہر کھڑی کی اور مسجد میں داخل ہوئے، مخالفین وہاں پہلے سے جمع تھے، ہم نے وضو کیا، حافظ صاحب نے اپنی پگڑی سر سے اتار کر مسجد میں رکھی اور وضو کرنے لگے، جب وضو سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ دستار غائب ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے سر سے ٹوپی اتار کر حافظ صاحب کے سر پر رکھ دی، مخالفین کے شاگرد (طالب علم) آوازیں کس رہے تھے اور شور مچا رہے تھے۔ آغا سید اکبر شاہ صاحب مسجد میں ان کی یہ بے ہودگی دیکھ کر جلال میں آگئے، اپنی گرجدار سپاٹ اور بارعب آواز میں ان کی ایسی خبر لی کہ وہ دم بخود ہو گئے۔ پھر باقاعدہ مناظرہ شروع ہوا جس میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رسول اللہ ﷺ کی تائید و حمایت سے حافظ عبد الحمید صاحب کے دلائل و براہین کے سامنے مخالفین لاجواب ہو گئے اور حافظ صاحب کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی۔ جب واپسی کے لئے اٹھے تو جوتے موجود نہیں تھے چنانچہ پھر میں نے اپنے جوتے پیش کر دیئے اور جب مسجد سے باہر نکلے تو مخالفین سائیکل بھی لے اڑے تھے۔ اس طرح مادی لحاظ سے یہ مناظرہ حافظ صاحب کے لئے بڑا تکلیف دہ ثابت ہوا لیکن دینی محاذ پر جو فتح انہیں حاصل ہوئی تھی اس کے مقابلہ میں یہ نقصان بہت معمولی تھا۔

شادی اور اولادِ امجاد: حافظ صاحب کی شادی اپنے چچا ہدایت علی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی جن کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار صاحبزادوں اور چار صاحبزادیوں سے نوازا تھا۔ حافظ صاحب نے ان سب کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ سب سے بڑے لڑکے کا نام محمد اختر قریشی ہے جو محکمہ پولیس میں سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے، اب ریٹائر ہو چکے ہیں۔ حافظ صاحب نے اپنی زندگی کے آخری چند سال انہیں کے پاس بسر کئے اور انتقال فرمایا۔ دوسرے صاحبزادے کا اسم گرامی

پروفیسر محمد شمیم قریشی ہے، یہ دونوں صاحبزادے پشاور میں رہائش پذیر ہیں۔ تیسرے صاحبزادے محمد نسیم قریشی جوانی میں ہی فوت ہو گئے تھے جبکہ چوتھے پروفیسر عبدالرحمٰن قریشی مدت ملازمت پوری کرنے کے بعد لاہور میں سکونت پذیر ہیں۔ ایک بیٹی فرنٹیر کالج برائے خواتین پشاور میں لائبریرین کی پوسٹ پر کام کرتے ہوئے ریٹائر ہوئیں جبکہ دو تعلیم وتدریس کے شعبہ سے منسلک ہیں اور ایک وفات پا چکی ہیں۔ حافظ صاحب کو حج بیت اللہ اور دیار حبیب ﷺ کی حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔

علم تعبیر: حضرت حافظ صاحب کو خوابوں کی تعبیر کرنے میں خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ متعدد افراد اس سلسلہ میں حافظ صاحب سے رجوع کرتے۔ قبلہ وکعبہ استاد کامل مرشد اکمل، قطب الارشاد حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی کے پاس جو حضرات خواب کی تعبیر کے لئے تشریف لاتے آپ انہیں حافظ صاحب کی خدمت میں بھیج دیا کرتے بلکہ حافظ صاحب اکثر وہی آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان میں تشریف فرما ہوتے لہٰذا حافظ صاحب فوراً انہیں خواب کی تعبیر بتادیتے اور ان کی تعبیریں عموماً درست ہوا کرتیں۔

تصانیف: اگرچہ حافظ صاحب کا زیادہ تر وقت درس تدریس میں گزرا لیکن آپ تصنیف وتالیف سے بھی غافل نہیں رہے اور درج ذیل تالیفات یادگار چھوڑی ہیں۔

۱: اردو قاعدہ برائے پولیس: یہ قاعدہ آپ نے ملازمت کے دوران اپنے ہیڈ ماسٹر بشیر حسین وزیر آبادی کے ایما پر پولیس کے لئے تحریر کیا تھا جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے۔

۲: نماز فجر کی سنت (قلمی): اس کا مؤلف کے اپنے قلم کا ایک نسخہ مدیر اعلیٰ "الحسن" کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔

۳: ثبت الاسانید فی روایۃ المسانید: یہ حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا محمد ایوب صاحب محدث پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی عربی تصنیف ہے جو دو واسطوں سے مدیر اعلیٰ "الحسن" اور حافظ صاحب کے استاد ہیں موصوف نے اسے عربی سے اردو کے قالب میں منتقل کیا جسے مدیر اعلیٰ "الحسن" نے ۱۹۸۷ء میں شائع کیا۔

۴: تبصرہ بر مسائی دینیہ حضرت مولانا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی (مدیر اعلیٰ "الحسن")

۵: تبصرہ بر حیات خیریت سمات حاجی حافظ عبدالحمید صاحب (خود نوشت سوانح)

یہ دونوں کتابچے حافظ صاحب نے راقم الحروف کی خواہش پر ۱۹۹۲ء میں تحریر کئے۔ علاوہ ازیں مجلّہ ماہنامہ الحسن ۱۹۵۵ء اور پھر پندرہ روزہ الحسن ۱۹۷۴ء کے لئے مختلف موضوعات پر مضامین لکھے، جو شائع ہو چکے ہیں۔

وفات: حافظ صاحب نے تمام عمر تعلیم و تدریس اور دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں گزاری اور چورانوے برس کی عمر میں ۱۶ ستمبر ۱۹۹۴ء / ۹ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ بروز جمعۃ المبارک پشاور میں فوت ہوئے۔ دوسرے دن لاش گجرات لے جائی گئی اور ان کی وصیت کے مطابق آبائی قبرستان میں دفن کر دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حافظ صاحب کی وفات اپنے خاندان کے علاوہ مدیر اعلیٰ "الحسن" اور آپ کے اہل خانہ کے لئے ایک بہت بڑا صدمہ تھی کیونکہ حافظ صاحب نے ۱۹۵۵ء سے تادم مرگ تقریباً چالیس برس آستانہ عالیہ قادریہ کی رفاقت میں بسر کئے۔ علم و فضل کے باوجود روزانہ بلاناغہ نیاز مندانہ قدم بوسی کے لئے حاضر ہوتے اور آنخضور کے بچوں کے اتالیق ہونے پر فخر کرتے تھے۔ بلکہ اس گھر کو اپنا گھر سمجھتے اور بلا تکلف اپنی ہر ضرورت کے لئے حکم جاری کرتے۔ چنانچہ یہاں تمام امور کو پس پشت ڈال کر حافظ صاحب کے حکم کی تعمیل کی جاتی۔

اس سلسلہ میں مدیر اعلیٰ "الحسن" کی طرف سے گھر والوں اور عقیدت مندوں کو خصوصی تاکید کی گئی تھی کہ حافظ صاحب جب بھی کچھ ارشاد فرمائیں تو تمام مصروفیات چھوڑ کر حافظ صاحب کے ارشاد کو ترجیح دی جائے اور اسے فی الفور پورا کیا جائے۔

راقم الحروف ۱۹۷۹ء میں اس وقت حافظ صاحب سے متعارف ہوا جب قبلہ و کعبہ استاد کامل مرشد اکمل قطب الارشاد مدیر اعلیٰ "الحسن" کے ہاں آستانہ عالیہ پر شب و روز بسر کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ روزانہ حافظ جی صاحب سے ملاقات ہو کرتی۔ آستانہ عالیہ کا ہر فرد حافظ جی صاحب کو نہایت قدر و منزلت سے دیکھتا اس لئے احقر بھی ان کی خدمت کرنا اپنی سعادت سمجھتا۔ (باقی صفحہ آخر پر)

استفتاء

(بر کتاب "بایزید انصاری")

مفتی خلیل الرحمٰن قادری گلوزوی

مہتمم وخطیب جامع مسجد حاجی آباد شکر پورہ پشاور۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقے سوات میں ایک شخص شیر افضل خان بریکوٹی نے ایک کتاب بنام "بایزید انصاری" لکھی ہے جس میں اس نے حتی الامکان بایزید انصاری معروف بہ "پیر تاریکی" کی حمایت اور حقانیت پر اپنی پوری قوت صرف کی ہے اور مقابلہ میں حضرت العلامہ اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ پر نہایت نامناسب اور رکیک حملے کئے ہیں، اس کا کہنا ہے کہ اگر حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ بایزید انصاری کے ساتھ مقابلے مناظرے نہ کرتے تو وہ پختونخواہ یعنی پٹھانوں کی ایک بہت بڑی سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بایزید انصاری واقعی حق پر تھے اور حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ساتھ زیادتی کی ہے؟

مہربانی فرما کر جواب باصواب عنایت فرماویں اور ساتھ ساتھ اگر حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سے بھی مطلع فرمادیں تو بہت مہربانی اور نوازش ہو گی۔ بینوا توجروا

المستفتی: میاں ظاہر شاہ قادری، مدین سوات حال پشاور شہر۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کجا مہدی کجا دجال ناپاک چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے بعد دنیا میں کچھ ایسے بھی لوگ پیدا فرمائے ہیں جنہیں اصطلاح شرع شریف میں اولیاء اللہ کہا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اولیاء اللہ کا مقام عام لوگوں سے بہت زیادہ ارفع وبالا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ لذات دنیاوی، طلب جاہ ومال وغیرہ یکسر

ترک کر دیتے ہیں۔ ان کا مقصد صرف اور صرف قرب الٰہی اور حصول رضائے الٰہی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا اس کے لئے وہ اپنے نفس کو زندہ درگور کرنے کے لئے اس کے ساتھ ہمہ وقت برسرپیکار رہتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہی سب سے بڑا جہاد ہے، حدیث شریف مشہور ہے

رجعنا الی الجھاد الاکبر.

نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

اپنے نفس امارہ پر قابو پانے کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں نفس امارہ کی شرارتوں سے محفوظ فرما دیتا ہے اور یہ پاکباز موتوا قبل ان تموتوا کا نمونہ بن جاتے ہیں۔ یہ حضرات اپنے مجاہدات، ریاضات کے دوران دنیا والوں سے بہت دور جنگلوں، پہاڑوں، ویرانوں، صحراؤں میں جا کر بسیرا کر لیتے ہیں تاکہ انہیں اپنے مالک حقیقی سے حصول قرب کے لئے پوری یکسوئی میسر آسکے۔ یہ حضرات حضور اقدس ﷺ کی سنتوں پر سختی سے عمل پیرا رہتے ہیں کیونکہ حضور پرنور ﷺ کی اتباع کے بغیر حصول قرب ورضائے الٰہی ناممکن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی -- الآیہ یعنی فرمادیجئے (اے محبوب ﷺ) کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

یہ مردان خدا اتباع سنت کے ساتھ ساتھ اپنے پیرو مرشد کے حکم سے سالہا سال ان ویرانوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مشغول رہتے ہیں اور دنیا سے سروکار نہ رکھتے ہوئے نہایت پرسکون اطمینان سے وقت گذراتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان اور سکون میسر ہوتا ہے۔ یہ اولیاء اللہ جب اپنی عبادت، مجاہدات اور طلب صادق کے ذریعہ دائرہ قرب الٰہی میں پہنچتے ہیں تو پھر رب کائنات اپنی عنایات کے دروازے ان نفوس ذکیہ پر کھول دیتا ہے جیسے کہ حدیث قدسی ہے

فیکون اللہ تعالیٰ ھو سمعھم و ابصارھم السنتھم -- کما قال اللہ تعالیٰ فکنت سمعة الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ یودہ الذی یبطش بہ و رجلہ الذی یمشی بھا و ان سئلنی لاعطینہ (مشکوۃ شریف صفحہ ۱۸۹، بحوالہ تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۲۷۶)

ترجمہ: پس میں اپنے ولی کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اپنے ولی کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر میرا ولی مجھ سے کچھ مانگے تو میں اسے ضرور عطا کر دیتا ہوں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ وحدہ لا شریک له لا مثل له ولا مثال له لیس کمثله شی وهو السمیع البصیر اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے اس کے مثل کوئی چیز نہیں۔ حدیث قدسی میں رب ذوالجلال نے فرمایا کہ میں اپنے ولی کے کان، آنکھ ہاتھ پیر بن جاتا ہوں جبکہ یہ صفات مخلوق کی ہیں اور اللہ تبارک تعالیٰ ان سے پاک و منزہ ہے۔ تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندے کو ایسی طاقت اور قدرت عطا فرما دیتا ہے جو خدائی طاقت ہوتی ہے اور وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوتی۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اولیاء را ہست قدرت از الہ تیر جستہ باز گردانند ز راہ
گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

جب یہ حضرات کامیاب و کامران ہو کر اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر رب ذوالجلال انہیں اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی رشد و ہدایت کے لئے اعلیٰ مناصب پر فائز فرما دیتا ہے جو در حقیقت وارث انبیاء ہیں اور یہی حضرات وہ علماء ہیں جو ظاہری باطنی علوم سے مالا مال ہیں جن کے بارے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۲۵۵)

یعنی میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی مانند ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

الشیخ فی قومه کانبیاء فی امته (تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۴۶۶)

یعنی شیخ اپنی قوم میں میں جیسے نبی اپنی امت میں ہوتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

رفت پیغمبر کہ شیخ رفتہ پیش چوں نبی ناشد میان قوم خویش

یہی اولیاء اللہ دنیا کے ہر ملک میں اشاعت اسلام اور کفر و شرک کی بیخ کنی میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ ان حضرات کو نہ مال و زر کا لالچ اور نہ جاہ و جلال کی خواہش ہوتی ہے اور نہ کسی کا خوف ولا یخافون لومه لائم کسی مخالف، معاند سے نہ ڈرتے ہیں نہ ان کی پرواہ کرتے ہیں کیونکہ ان کے معاملات

اور روابط مالک حقیقی سے استوار ہوتے ہیں جو بہت طاقت والا اور غالب ہے۔ ان اللہ قوی عزیز.

مشاہیر اولیاء اللہ : ان ہی مشاہیر اولیاء اللہ کے گروہ میں سے چند اولیاء کرام صوبہ سرحد اور نواحی علاقوں میں اپنا تبلیغی فریضہ ادا کرنے کے لئے دوسرے دور دراز علاقوں سے تشریف لائے ہیں کیونکہ آج سے تین چار سو سال قبل پشاور، قبائلی علاقے، شبقدر، علاقہ یوسفزئی، بونیر، دیر، سوات، چترال، کوہستان وغیرہ یہ سب علاقے کفر و شرک سے بدھ مت، ہندو مت سے اٹے پڑے تھے۔ ایسے حالات میں ان علاقوں میں رشد و ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہ برگزیدہ بندے (اولیاء اللہ) پہنچے جن میں سے چند اولیاء کرام کے نام یہ ہیں۔

حضرت شیخ جنید پشاوری، حضرت سید حسن بادشاہ پشاوری، حضرت میاں محمد عمر چمکنی، حضرت سید عبدالوہاب پنجو، حضرت سنان بن محبق ھذلی معروف اصحاب بابا چغری مٹی پشاور، حضرت قطب الاقطاب غوث الزمان عبدالغفور (سوات)، حضرت علی غواص ترمذی المعروف پیر بابا (بونیر)، حضرت شیخ تسلیم المعروف شلمان بابا لنڈی کوتل، حضرت شیخ رحمکار المعروف کاکا صاحب نوشہرہ، حضرت شیخ حافظ غلام محمد المعروف حافظ بدھائی پشاور، حضرت اخون درویزہ ننگرہاری پشاور، حضرت شیخ عبدالکریم المعروف شہید بابا (سوات) وغیرہ، رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

یہ وہ پاکیزہ ہستیاں ہیں جنہوں نے دین اسلام کی اشاعت اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی تھیں۔ جس علاقے میں کفر و شرک کی تاریکی دیکھتے وہاں پہنچ کر دین حق کی شمع روشن فرماتے، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے، جہاں علوم ظاہری کی ضرورت ہوتی وہاں اس کے ذریعہ رشد و ہدایت فرماتے، جہاں علم باطنی کی ضرورت پڑتی وہاں اپنی خداداد باطنی روحانی طاقت سے مخلوق خدا کو راہ راست پر لاتے۔ غرضیکہ ان نفوس ذکیہ محبوبان خدا کی مساعی جمیلہ سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں : گم گشتگان راہ حق راہ راست پر آئے اور واصل بخدا ہوئے۔ ان برگزیدگان خدا کا یہ معمول رہا ہے کہ کفر و شرک میں مبتلا لوگوں کو اسلامی تبلیغ کی بدولت راہ راست پر لاتے اور اگر کوئی دشمن اسلام یا ملحدین کے ساتھ مقابلہ یا مناظرہ کرتا تو یہ مقبولان حق فوراً وہاں پہنچ کر اس کے سامنے سینہ سپر ہو جاتے اور پھر نتیجہ وہی ہوتا جو ساحران موسیٰ علیہ السلام کا ہوا تھا ان اولیاء کرام نے اپنے اپنے وقت

میں جہاں ضرورت محسوس کی وہاں جاکر بھر پور طریقہ سے دین اسلام کی خدمت فرمائی۔

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلوق خدا کو رشد و ہدایت کے کارناموں سے لاتعداد کتابیں مزین ہیں۔

یوں تو دین اسلام کی خدمت اور اشاعت کے سلسلہ میں جو صعوبتیں اور تکالیف ان پاکبازان ملت اسلامیہ کو در پیش آئی ہیں وہ تاریخ کی اکثر کتابوں میں ثبت ہیں لیکن شیخ الشائخ حضرت سید علی غواص ترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور فخر المشائخ والعلماء حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کا دور نہایت پُر فتن اور پُر آشوب دور تھا۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۹۰۸ھ میں ہوئی اور وفات ۹۹۱ھ میں ہوئی۔ آپ بڑے عالم فاضل تھے، جامع شریعت و طریقت تھے، بڑے بڑے علماء سے ان کے مناظرے اور مجادلے ہوتے رہتے۔ اس زمانہ میں دشمنان اسلام کے ہتھکنڈے تو ایک طرف خاص کر اسلامی معاشرہ میں جعلی پیروں کی بھرمار تھی جو اکثر ملحدانہ عقائد اور تناسخ اور آواگون جادو ٹونے وغیرہ کا پرچار عوام میں کیا کرتے۔ یوں تو ان گمراہوں کے سحر و باطل کو توڑنے کے لئے پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی محنت کرنی پڑی تاہم اس سلسلہ میں ان کے بڑے معرکے بایزید انصاری (پیر تاریکی) کے ساتھ ہوئے۔ بایزید انصاری کو پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے پیر تاریکی کا نام دیا تھا اور اس کے پیروکاروں کو تاریکی کہا جانے لگا۔ بایزید انصاری کے علاوہ بھی بہت سے جعلی پیر لوگوں کو بشدت گمراہ کرنے میں مصروف تھے جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں:

پیر پہلوان: جو خراسان سے آکر چک درہ میں مقیم تھا اور رافضی عقیدہ کا حامل تھا۔

لال شہباز قلندر: موضع لنگر میں مقیم تھا، بھنگ پینے والا انسان تھا، اس نے علاقہ ڈھوک پر حملہ کیا، اس جنگ میں مارا گیا جہاں اس کو دفن کیا گیا، اس جگہ کا نام شہباز گڑھ پڑ گیا۔

پیر طیب: مدعی ولایت تھا یہ شخص عقیدہ تناسخ کا قائل تھا۔

پیر ولی بزچکی: یہ بھی عقیدہ تناسخ کا قائل تھا۔

ملا میر: اس کا عقیدہ تھا کہ رب العزت ایک وسیع مکان میں انسان کی صورت میں متشکل ہو کر تخت پر جلوہ افروز ہے۔

شیخ مران صواتی: یہ علم غیب کا مدعی تھا اور کہتا کہ اللہ (نعوذ باللہ) اپنی خدائی کے رموز و تصرفات مجھے

بتلا تا رہتا ہے۔

شیخ میر داد خیل: نت نئے عجیب و غریب دعوے کیا کرتا تھا۔ کہتا تھا میرے سابقہ کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دئے اور آئندہ بھی معاف کرتا رہے گا۔

ملا رکن الدین: یہ شخص بد عقیدگی میں حد سے بڑھ گیا تھا اور ملحدانہ حدوں کو چھوتا تھا۔

ملا عبد الرحمن: یہ ہندوستان سے وارد ہوا تھا، یہ بعثت ثانی احوال قیامت کا منکر تھا۔

زڑی خان: یہ بھی پیر تھا، تارک صوم وصلوٰۃ اور آزاد منش انسان تھا۔

غرضیکہ مصنف "حیات پیر بابا" نے اس قسم کے ۳۲ سے زائد پیروں کا ذکر کیا ہے جو سب کے سب بد عقیدہ، ملحد اور خود ساختہ پیر تھے۔ یہ تھا اس عہد کے خود ساختہ پیروں کا حال لیکن اس قسم کے تمام پیروں کا سرغنہ وہ شخص تھا جو خود کو "پیر روشن" کہا کرتا تھا۔ لیکن حضرت شیخ المشائخ سید علی غواص ترمذی معروف بہ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو "پیر تاریک" کا نام دیا تھا جس کا تھوڑا سا حال درج ذیل ہے۔ یوں تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے نامور خلیفہ حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے عقید تمندوں کو بہت سے بد عقیدہ مدعیان ولایت سے مقابلے اور مناظرے کرنے پڑے تھے تاہم ان کے یادگار معرکے وہ تھے جو بایزید انصاری (پیر تاریک) اور ان کے ساتھیوں سے ہوئے۔

(حیات پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۳۳)

بایزید انصاری (پیر تاریکی) وزیرستان کے مقام کانی گرام کے ارمڑ قبیلہ کا چشم و چراغ تھا اس کے والد کا نام قاضی عبد اللہ اور والدہ کا نام آمنہ تھا، اس کا سال ولادت ۱۵۲۵ء ہے۔ یہ ان دنوں پیدا ہوا تھا جب بابر بادشاہ نے دہلی پر حملہ کیا تھا۔ پیر تاریکی ملحدانہ عقائد کا حامل تھا۔ اس نے علم حاصل نہیں کیا تھا وہ اپنے آپ کو ہادی اور رہنما کہتا تھا، وہ کہتا تھا مجھے الہام ہوتا ہے، وہ کہتا تھا خلق منافق ہیں۔

(حیات پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۴۳)

پیر تاریکی اپنے مریدوں کے حلقہ میں بسا اوقات نبی ہونے کا دعویٰ بھی کرتا تھا۔ وہ اصل میں اپنی نئی شریعت رائج کرنے کے درپے تھا۔ بایزید انصاری کے پاس ایک مہر تھی جس پر یہ عبارت کندہ تھی "سبحانك الملك الباری --- جدا کرد عالم توری ازناری --- بایزید انصاری"

دوسری مہر تھی جس پر یہ عبارت نقش تھی۔ "بایزید مسکین ھادی المضلین "پیر تاریک

نے اپنے عقیدت مندوں مریدوں کو قتل وغارت لوٹ مار اور بدکاری کی بھی اجازت دے رکھی تھی۔ یہ لوگ بزرگوں ائمہ دین کے متعلق بڑی بے ادبی اور گستاخی سے باتیں کرتے۔ یہ لوگ بعث بعد الموت کے بھی منکر تھے اور کہتے کہ اس جسم کو جس قدر ناز و نعمت میں رکھو، اچھا ہے۔ ان کے خیال میں انسان مرنے کے بعد دوسری صورت میں نہ جنم لیتا ہے نہ حساب ہے، نہ کتاب، نہ دوزخ ہے نہ جنت ہے، یہی دنیا دنیا بھی ہے اور آخرت بھی، زندگی کے جتنے مزے لوٹ سکتے ہو لوٹو، اس پیر تاریکی نے ایک عورت کو جس کا نام قاشی تھا اپنا خلیفہ بنا کر تبلیغ پر مامور کر رکھا تھا۔ اصل میں وہ نوجوانوں اور فاسقوں کو جال میں پھنسانے کا ذریعہ تھی۔ پورا واقعہ "حیات پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ" میں ہے بہر حال اس پر فتن دور میں کئی ایسے نام نہاد خود ساختہ جعلی پیروں کے ساتھ جو بد عقیدہ ملحد تھے حضرت شیخ المشائخ علی غواص ترمذی معروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت العلامہ ولی کامل اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے مقابلے اور مناظرے کیے لیکن ہمیشہ جیت حق کی رہی اور ان جعلی پیروں کو منہ کی کھانی پڑی۔ بارہا ایسا ہوتا کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ایسے گمراہوں سے مناظرہ اور مقابلہ مجادلہ حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرماتے۔ یوں تو حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ ہر گمراہ کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے خود پہنچ جایا کرتے اور اس گمراہ کو شکست فاش ہوتی نتیجتاً یا تو وہ راہ راست پر آجاتا یا پھر کہیں بھاگ جاتا لیکن پیر تاریک ایک ایسا شخص تھا جس نے کئی بار حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں شکست فاش کھائی لیکن وہ راہ راست پر نہ آیا۔ سچ ہے و من یضلله فلا هادی له اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کردے تو اسے راہ راست پر کون لائے۔ "تذکرہ علماء و مشائخ سرحد" میں ہے کہ حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے تین بار اس پیر تاریک سے مناظرہ کیا، ہر بار اس نے شکست کھائی آخر کار چوتھی بار فیصلہ کن مناظرہ کے لئے اسے بلایا گیا تو وہ سامنے نہ آیا اور آتا بھی کیسے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خدائی طاقت تھی اور پیر تاریک کے پاس طاغوتی اور شیطانی طاقت تھی۔

حضرت العلامہ اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ جید عالم، جامع المعقول والمنقول شخصیت تھے، ولی کامل تھے۔ صاحب خوارق و کرامات تھے، ماحی البدعۃ محی السنۃ تھے، مبلغ اسلام تھے، اپنی زندگی کو خدمت دین اسلام کے لئے وقف کر چکے تھے، ہمیشہ ملحدوں، زندیقوں، جعلی پیروں کے ساتھ برسرپیکار رہتے تھے۔ جناب محمد شفیع صابر صاحب اپنی کتاب "حیات پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ" میں لکھتے ہیں

"حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ کما حقہ ادا کیا، انہوں نے قاشقار چترال، کشمیر اور دوسرے دور دراز مقامات کے دورے کئے اور وہاں کے علماء، صلحاء و فقراء سے استفادہ کیا جب واپس اپنے شیخ گرامی حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کو چاروں سلسلوں میں اپنا ماذون اور خلیفہ بنایا۔ ماذون اور صاحب اجازت ہونے کے بعد انہوں نے عامۃ المسلمین کی اصلاح کی کوششیں تیز کر دیں۔ جیسے کہ بتایا جا چکا ہے کہ وہ دور دینی اعتبار سے بڑی ابتری کا دور تھا جو بھی اٹھتا اپنے بھونڈے عقیدوں کا ڈھنڈورا پیٹتا۔ اکثر لوگ شرک و بدعت اور غیر اسلامی عقائد اختیار کر چکے تھے۔ ہر طرف بے عمل علماء نام نہاد صوفی اور لالچی پیروں کی بھر مار تھی۔ وہ لوگ محض دنیوی فوائد کے لئے لوگوں کو اپنی شعبدہ بازیوں سے گمراہ کرنے میں مصروف تھے۔ ایسے میں حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر ان ملحدوں اور منکرین دین کے خلاف آخری دم تک اپنے قلم اور زبان سے جہاد کیا۔ حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے بتیس سے زائد گمراہوں کی نام نہاد پیشوائیت کا خاتمہ کیا ---الخ" (حیات پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۵۸) (جاری ہے)

بقیہ: مولانا حافظ عبدالحمید نقشبندی مرحوم

آہستہ آہستہ حافظ جی صاحب کی شفقت میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ مرشد کامل کی توجہ کاملہ کا اثر تھا کہ حافظ جی صاحب اس ہیچمداں پر بہت ہی مہربان ہو گئے اور اپنے بچوں کی طرح پیار و محبت سے پیش آنے لگے۔ حافظ صاحب کی اسی شفقت و محبت نے احقر کو یہ جرأت عطا کی کہ ۱۹۹۲ء میں حافظ صاحب سے گذارش کی کہ مجھے آپ اپنی خود نوشت سوانح حیات لکھ کر مرحمت فرمائیں۔ نیز قبلہ مولوی جی صاحب پر بھی کچھ اپنے تاثرات قلم بند کر کے دیں اس وقت حافظ صاحب بڑے کمزور ہو چکے تھے۔ مسلسل بیماری اور پیرانہ سالی نے ان کے قویٰ مضمحل کر دیئے تھے۔ حافظے میں بھی ضعف پیدا ہو چکا تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے مایوس نہیں کیا اور بے پناہ عوارض کے باوجود دونوں موضوعات پر اپنی استطاعت کے مطابق اس فقیر کی فرمائش پوری کر دی جن کا ذکر گذشتہ سطور میں کیا جا چکا ہے۔ یہ دونوں غالباً حافظ صاحب کی آخری تحریریں ہیں۔